ماہنامہ

# اشراق

لاہور

جولائی ۲۰۱۸ء

زیر سرپرستی

## جاوید احمد غامدی

''اسلام اور جمہوریت، دونوں کا تقاضا ہے کہ پارلیمنٹ کے فیصلوں کے سامنے عملاً سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اِس کے معنی یہ ہیں اور سیاسی اقدار سے واقف ہر شخص یہی سمجھے گا کہ جو فیصلہ ہو جائے، اُس کے نفاذ میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے، اُس کے خلاف شورش نہ برپا کی جائے، کاروبار حکومت کو اُسی کے مطابق چلنے دیا جائے، اپنے حامیوں کے جتھے منظم کر کے اُن کے ذریعے سے نظم و نسق کو معطل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، اُس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے جائیں اور لوگوں کو آمادۂ بغاوت نہ کیا جائے، یہاں تک کہ اُس فیصلے کے نتیجے میں اگر حکومت کسی فرد کے خلاف کوئی اقدام کرتی ہے تو اُس کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کر لیا جائے۔''

—— شذرات

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

المورد

ادارۂ علم و تحقیق

الـمـورد
ادارۂ علم و تحقیق

**المورد** ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ وارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن وسنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن وسنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

**المورد** کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشرو اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن وسنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگی قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

---

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ماہنامہ

# اشراق

لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۷ جولائی ۲۰۱۸ء شوال المکرّم/ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

مدیر

سید منظور الحسن

## فہرست

**شذرات**

پارلیمنٹ کی بالادستی — جاوید احمد غامدی — ۴

**قرآنیات**

البیان: طٰہٰ ۲۰: ۹۹-۱۳۵ (۴) — جاوید احمد غامدی — ۶

**معارف نبوی**

دین اور اخلاق — جاوید احمد غامدی/ محمد حسن الیاس — ۲۰

تصویر اور مصوری — جاوید احمد غامدی/ محمد عامر گزدر — ۲۷

**سیر و سوانح**

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (۷) — محمد وسیم اختر مفتی — ۶۴

**اصلاح و دعوت**

ذوق تجسس — محمد تہامی بشر علوی — ۷۹

فی شمارہ 30روپے

سالانہ 300روپے

رجسٹرڈ 700روپے

(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر)

**بیرون ملک**

سالانہ 30ڈالر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com



Post Box 5185, Lahore, Pakistan.
www.ghamidi.net, www.javedahmadghamidi.com
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi
http://www.javedahmadghamidi.com/index.php/ishraq

# شذرات

جاوید احمد غامدی

## پارلیمنٹ کی بالادستی

[''اسلام اور ریاست ـــــ ایک جوابی بیانیہ'' پر تنقیدات کے جواب میں لکھا گیا۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اسلام اور جمہوریت، دونوں کا تقاضا ہے کہ پارلیمنٹ کے فیصلوں کے سامنے عملاً سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ اِس کے معنی یہ ہیں اور سیاسی اقدار سے واقف ہر شخص یہی سمجھے گا کہ جو فیصلہ ہو جائے، اُس کے نفاذ میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے، اُس کے خلاف شورش نہ برپا کی جائے، کاروبار حکومت کو اُسی کے مطابق چلنے دیا جائے، اپنے حامیوں کے جتھے منظّم کر کے اُن کے ذریعے سے نظم و نسق کو معطل کرنے کی کوشش نہ کی جائے، اُس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے جائیں اور لوگوں کو آمادۂ بغاوت نہ کیا جائے، یہاں تک کہ اُس فیصلے کے نتیجے میں اگر حکومت کسی فرد کے خلاف کوئی اقدام کرتی ہے تو اُس کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کر لیا جائے۔ میں جس ہستی کو خدا کا پیغمبر مانتا ہوں، اُس نے مجھے یہی ہدایت فرمائی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

> ''تم پر لازم ہے کہ سمع و طاعت کا رویہ اختیار کرو، چاہے تم تنگی میں ہو یا آسانی میں اور چاہے یہ رضا و رغبت کے ساتھ ہو یا بے دلی کے ساتھ اور اِس کے باوجود کہ تمھارا حق تمھیں نہ پہنچے۔'' (مسلم، رقم ۴۷۵۴)

اِس میں صرف ایک استثنا ہے اور وہ یہ کہ مجھے خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے۔ اِس صورت میں، البتہ میں اُس فیصلے کو عملاً بھی رد کر سکتا ہوں، بلکہ میرا فرض ہے کہ رد کر دوں۔

میری زندگی کا ایک ایک لمحہ گواہی دیتا ہے کہ میں نے ہمیشہ اِسی پر عمل کیا ہے اور اپنے احباب اور تلامذہ کو بھی ہمیشہ اِسی کی تلقین کی ہے۔ لیکن اِس طالب علم کی محرومی ہے کہ اِسے یہ بات کبھی معلوم نہ ہو سکی کہ پارلیمنٹ کے فیصلوں سے اختلاف کا اظہار اور جمہوری طریقوں سے اُن کو تبدیل کرانے کی کوشش بھی جرم ہے اور عملاً تسلیم کرنے

کے ایک معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ علم و استدلال کو بھی پارلیمنٹ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہیے اور پارلیمنٹ اگر خدا کے کسی حکم، کسی مسلمہ اخلاقی اصول اور کسی فطری قانون کے خلاف اور اپنے حق قانون سازی سے تجاوز کر کے بھی کوئی فیصلہ کر دے تو اُس سے اختلاف کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔

اِس میں طرفہ یہ ہے کہ یہ معنی میری ہی تحریر سے اور کمال دیانت اور پرہیز گاری کے ساتھ ٹھیک اُسی جملے سے غض بصر کر کے برآمد کر لیے گئے ہیں جو پوری صراحت کے ساتھ اِن کی نفی کر رہا تھا۔ میں نے لکھا تھا:

''لوگوں کا حق ہے کہ پارلیمان کے فیصلوں پر تنقید کریں اور اُن کی غلطی واضح کرنے کی بھی کوشش کرتے رہیں، لیکن اُن کی خلاف ورزی اور اُن سے بغاوت کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔''

مجھے نہیں معلوم کہ جو شخص یہ کارنامہ انجام دے، اُس کے علم و فہم کو زیادہ داد دینی چاہیے یا سچائی اور دیانت کو۔ اِس وقت تو یہی عرض کر سکتا ہوں کہ: چہ خوش چرا نہ باشد۔

بہرحال، میں واضح کر رہا ہوں کہ پارلیمنٹ کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے، لیکن میرا جمہوری حق اور دینی فریضہ ہے کہ اُس میں اگر کوئی غلطی ہے یا کہیں حدود سے تجاوز ہو گیا ہے یا اُس سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہے تو اُس پر دلائل کے ساتھ تنقید کروں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میرے دین اور میری تہذیبی روایت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ انصاف کی گواہی دیتے ہوئے، اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اگرچہ یہ گواہی خود تمھاری ذات، تمھارے ماں باپ اور تمھارے قرابت مندوں کے خلاف ہی پڑے۔ 'اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَيْنَهُمْ' کے اصول کا تقاضا صرف یہ ہے کہ فصل نزاعات کے لیے اکثریت کی رائے کو عملاً فیصلہ کن مان لیا جائے۔ اِس کا ہرگز یہ تقاضا نہیں ہے کہ اُس رائے کو صحیح بھی مانا جائے اور اُس کی غلطی لوگوں پر واضح کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ دنیا کے تمام دساتیر اور آئینی دستاویزات میں ترمیم کا حق اِسی لیے دیا جاتا ہے کہ اِن کی کوئی چیز صحیفۂ آسمانی نہیں ہوتی۔ اہل علم کا فرض ہے کہ برابر اِن کا جائزہ لیتے رہیں اور اگر کہیں کوئی غلطی ہو گئی ہے تو اُس کو درست کرانے کی جدوجہد کریں۔ اسلام اور اسلامی شریعت پر عمل کے لیے جو کچھ ریاست پاکستان میں حکومت کی سطح پر ہونا چاہیے تھا، وہ بدقسمتی سے ہوا نہیں اور جو کچھ ہوا ہے، وہ زیادہ تر بے معنی، بے بنیاد اور خود قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف ہے۔ میں یہ بات برسوں سے کہہ رہا ہوں اور اب بھی یہی کہی ہے۔ یہ اللہ اور اُس کے رسول اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اُس نصح و خیر خواہی کا تقاضا ہے جس کی مجھے ہدایت کی گئی ہے۔ اِس سے کسی پاکستانی پر لرزہ طاری نہیں ہونا چاہیے، جس طرح کہ میرے ایک پرانے کرم فرما اور عزیز دوست کے بقول میری جسارت کے نتیجے میں پوری قوم پر طاری ہو گیا ہے۔

[۲۰۱۵ء]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

# قرآنیات

## البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

### سورۃ طٰہٰ

(۴)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾
مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾

---

اِسی طرح، (اے پیغمبر)، ہم تمھیں ماضی کی سرگذشتیں سناتے ہیں[126] اور اِس کے لیے ہم نے خاص اپنے پاس سے تم کو ایک یاددہانی عطا فرما دی ہے[127]۔ جو اِس سے منہ موڑیں گے، وہ قیامت کے دن ایک بھاری بوجھ اٹھائیں گے[128] اور ہمیشہ اُسی کے وبال میں رہیں گے، اور قیامت کے دن وہ اُن کے لیے بہت برا بوجھ ہو گا۔ جس دن صور پھونکا جائے گا[129] اور مجرموں کو ہم اُس دن اِس حال میں اکٹھا کریں

---

۱۲۶۔ یعنی جس طرح پیچھے موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت سنائی ہے۔

۱۲۷۔ یعنی قرآن مجید۔

۱۲۸۔ اِس لیے کہ وہ اُن کی گم راہی کا بوجھ بھی ہو گا اور اُن لوگوں کی گم راہی کا بوجھ بھی جو اُن کے گم راہ کرنے سے گم راہ ہوئے۔

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾

گے کہ (خوف کے مارے) اُن کی آنکھیں نیلی پڑی ہوں گی۔ وہ چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم (دنیا میں) مشکل سے دس دن رہے ہو گے۔[۱۳۰] ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کہیں گے، جب کہ اُن میں سے جو (اُن کے خیال میں) سب سے بہتر اندازہ لگانے والا ہو گا، وہ کہے گا کہ تم ایک دن سے زیادہ نہیں رہے ہو۔ ۹۹-۱۰۴

۱۲۹؎ اصل الفاظ ہیں: 'يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ'۔ اِس میں مجہول کا صیغہ صورت حال کی ہول ناکی کی تعبیر کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کی ہول ناک آواز سے ہر طرف ہلچل تو برپا ہو جائے گی، لیکن پوچھنے والے پوچھ رہے ہوں گے اور اُنھیں معلوم نہ ہو گا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ یہ صور وہی چیز ہے جسے ہماری زبان میں نرسنگھا، بوق یا قرنا کہا جاتا ہے۔ اِس کی اصل حقیقت کو جاننا تو کسی کے لیے ممکن نہیں ہے، اِس لیے کہ اِس کا تعلق امور متشابہات سے ہے۔ تاہم جو لفظ اِس کے لیے اختیار کیا گیا ہے، اِس کا کچھ تصور اُس سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کائنات کے نظم کو سمجھانے کے لیے وہی الفاظ و اصطلاحات استعمال کرتے ہیں جو خود انسانوں کے ہاں اُس سے ملتے جلتے نظم کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ اِس سے مقصود ہمارے تصور کو اصل چیز کے قریب لے جانا ہوتا ہے، نہ یہ کہ ہم اُس چیز کو بعینہٖ اُس طرح سمجھ لیں، جس طرح وہ دنیا میں پائی جاتی ہے۔ قدیم ایام میں شاہی جلوس یا اعلان جنگ وغیرہ کے موقع پر نرسنگھا پھونکا جاتا تھا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ہی ایک چیز قیامت برپا کرنے کے لیے بھی پھونکی جائے گی، جس کی نوعیت ہمارے نرسنگھے جیسی ہو گی۔ اِس سے تمام مخلوقات پر شدید گھبراہٹ اور ہول کی کیفیت طاری ہو گی، لوگوں کو اپنی عزیز ترین چیزوں تک کا ہوش نہ رہے گا، جنگلوں کے جانور بدحواس ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے، یہاں تک کہ اُس کی ہول ناک آواز سے تمام مخلوقات بے ہوش ہو جائیں گی۔

۱۳۰؎ یعنی جس کو آج بہت دور کی چیز سمجھتے اور 'حديث خرافة' کہتے ہیں، اُس وقت اُس کے بارے میں اِس طرح کے اندازے لگا رہے ہوں گے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾
لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا
مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ

وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ اُس دن اُن کا کیا بنے گا)[۱۳۱]؟ تو کہو کہ میرا رب اُن کو دھول بنا کر اڑا دے گا، پھر زمین[۱۳۲] کو چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا کہ تم اُس میں کوئی موڑ اور کوئی ٹیلا نہ دیکھو گے۔ اُس دن سب پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے، اُس سے ذرا اِدھر اُدھر نہ ہو سکیں گے اور تمام آوازیں خداے رحمٰن کے آگے پست ہو جائیں گی، سو تم ایک دبی دبی سرگوشی کے سوا کچھ نہ سنو گے۔ اُس دن شفاعت نفع نہ دے گی[۱۳۳]، اِلّا یہ کہ رحمٰن کسی کو اجازت دے اور اُس کے لیے کوئی بات کہنا پسند کرے۔ (اِس لیے کہ) وہ اُن کے آگے اور پیچھے جو کچھ ہے، اُس کو جانتا ہے اور اُن کا علم اُس کا احاطہ نہیں کر سکتا[۱۳۴]۔ سب کے چہرے اُس حی و قیوم کے

۱۳۱؎ اہل عرب کا عام خیال تھا کہ ہر چیز فنا ہو سکتی ہے، مگر سر بہ فلک پہاڑ فنا نہیں ہو سکتے۔ زہیر جیسا حکیم شاعر بھی کہتا تھا کہ حوادث روزگار کے مقابل میں کوئی چیز بھی قائم و دائم نہیں رہ سکتی، 'إلا الجبال الرواسيا'۔ یہ سوال اِسی مغالطے کی بنا پر اور طنز اور مذاق کے انداز میں کیا جاتا تھا۔

۱۳۲؎ اصل میں 'ھا' کی ضمیر ہے، جس کا مرجع بالکل ظاہر ہے۔ یہ عربی زبان کا معروف اسلوب ہے۔ زمین و آسمان کے لیے اِس طرح ضمیریں قرآن میں متعدد مقامات پر آئی ہیں۔

۱۳۳؎ یہ اہل عرب کی مزعومہ شفاعت کی تردید ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...اُن کا زعم یہ تھا کہ وہ جن معبودوں کو پوجتے ہیں، وہ خدا کے لاڈلے اور چہیتے ہیں۔ وہ خود آگے بڑھ کر اپنے پجاریوں میں سے جس کے لیے چاہیں گے، سفارش کریں گے اور اُس کو خدا سے چھڑا لیں گے۔"

(تدبر قرآن ۵/۹۲)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ظُلۡمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا ھَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾
وَکَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفۡنَا فِیۡہِ مِنَ الۡوَعِیۡدِ لَعَلَّھُمۡ یَتَّقُوۡنَ اَوۡ یُحۡدِثُ لَھُمۡ
ذِکۡرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّقۡضٰۤی اِلَیۡکَ وَحۡیُہٗ

سامنے جھکے ہوں گے۔[135] (اُس دن) نامرادی ہے اُن کے لیے جو ظُلم[136] کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں۔ اِس کے برخلاف جو نیک عمل کرے گا اور اِس کے ساتھ ایمان بھی رکھتا ہوگا، اُس کو، البتہ (اُس دن) کسی زیادتی اور کسی حق تلفی کا اندیشہ نہ ہوگا۔۱۰۵-۱۱۲

ہم نے، (اے پیغمبر)، اِس یاددہانی کو اِسی طرح عربی قرآن کی صورت میں اتارا ہے[137] اور اِس میں اپنی وعید طرح طرح سے بیان کردی ہے تاکہ یہ لوگ خدا کے غضب سے بچیں یا اِن کے اندر وہ کچھ سوچ پیدا کردے۔ سو برتر ہے اللہ، بادشاہ حقیقی۔ (وہ اپنی حکمت کے مطابق اِس کو اُسی تدریج سے اتارے گا جو اُس نے مقرر کردی ہے)۔ اور دیکھو تم اپنی طرف اِس کی وحی کے پورا ہو جانے سے پہلے

۱۳۴؎ یعنی جب لوگوں کے ماضی اور مستقبل کی ہر چیز سے وہ خود واقف ہے اور کوئی دوسرا اُس کے علم کے کسی حصے کو بھی اُس کی مرضی کے بغیر اپنی گرفت ادراک میں نہیں لے سکتا تو سفارش کس بنا پر کی جائے گی؟ کیا کوئی شخص اِس لیے سفارش کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں اضافہ کرسکتا ہے؟

۱۳۵؎ یعنی عام لوگ تو ایک طرف، جن کے بارے میں گمان کرتے ہو کہ خدا کے ہاں اُنھیں ناز و تدلل کا مقام حاصل ہے اور اِسی بنا پر وہ اُس سے جو چاہیں گے، منوالیں گے، وہ بھی اُس روز خشیت و تذلل کے ساتھ سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور جانتے ہو کس کے سامنے؟ اُس ہستی کے سامنے جو کوئی خاموش علۃ العلل نہیں ہے، بلکہ زندہ خدا ہے اور اپنی کائنات کا نظم خود سنبھالے ہوئے ہے۔

۱۳۶؎ 'ظُلۡم' کا لفظ قرآن میں اِس طریقے سے آئے، جس طریقے سے یہاں آیا ہے تو اِس سے شرک مراد ہوتا ہے۔

۱۳۷؎ یعنی اِسی تذکیر و نصیحت اور انذار و بشارت کا حامل بنا کر عربی زبان میں اتارا ہے، اِس لیے کہ جن لوگوں پر اتمام حجت کے لیے یہ نازل کیا گیا ہے، اُن کی زبان عربی ہے۔ چنانچہ ہم نے عنایت فرمائی ہے کہ خود اُن کی

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴿۱۱۴﴾

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴿۱۱۵﴾وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ

اِس قرآن کو پانے کی جلدی نہ کرو، اور دعا کرتے رہو کہ پروردگار، میرا علم زیادہ کر دے[۱۳۸]۔ ۱۱۳-۱۱۴

(اِس لیے کہ تم جس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، وہ ایک بھاری ذمہ داری ہے[۱۳۹])۔ ہم نے اِس سے پہلے آدم پر ایک عہد کی ذمہ داری ڈالی تھی تو وہ بھول گیا تھا اور ہم نے اُس میں ارادے کی پختگی نہیں پائی تھی[۱۴۰]۔ یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

زبان میں اُن پر اپنی حجت پوری کر دی ہے تاکہ اب جو فیصلہ اُن کے لیے صادر ہونے والا ہے، اُس کے خلاف اُن کے پاس کوئی عذر پیش کرنے کے لیے باقی نہ رہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۳۸؎ اپنی قوم پر اتمام حجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضۂ منصبی تھا۔ اِس طرح کی غیر معمولی ذمہ داری کو جلد سے جلد اور سرخ روئی کے ساتھ پورا کرنے کی خواہش ایک فطری خواہش تھی۔ پھر قریش بھی بار بار تقاضا کرتے تھے کہ قرآن اگر خدا کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے تو ایک ہی مرتبہ پورا کیوں نازل نہیں کر دیا جاتا۔ قرآن جیسی بے نظیر کتاب کسی شخص کو کائنات کے بادشاہ اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے دی جا رہی ہو اور اُس کے اندر یہ خواہش پیدا ہو جائے کہ پوری کتاب جلد اُسے مل جائے تو اِس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ آپ کے قلب کو تمام قوت، روح کو زندگی، عقل کو رہنمائی اور ارادے کو ثبات و استحکام قرآن ہی سے حاصل ہوتا تھا، یہ چیز بھی اُس کو جلد پا لینے کے لیے شوق و اضطراب کا باعث بن جاتی تھی۔ اِس آیت میں اِسی بے قراری اور عجلت پر صبر و انتظار کی تلقین کی گئی ہے۔

۱۳۹؎ یعنی یہ ذمہ داری کہ قوم پر اتمام حجت کے بعد اُس کا فیصلہ کر دیا جائے۔

۱۴۰؎ انسان کی یہی کم زوری ہے، جس سے وہ حدود سے تجاوز کرتا اور گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیچھے موسیٰ علیہ السلام کی عجلت کا نتیجہ دیکھ چکے ہو۔ تمھارے باپ آدم سے بھی یہی غلطی ہوئی تھی۔ وہ بھی حیات ابدی کو پانے کے لیے جلدی کے راستے پر چل پڑے تھے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ انسان جس چیز کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اُس کا نتیجہ بہت جلد دیکھنا چاہتا ہے، لیکن اِسی میں بسا اوقات اپنی راہ کھوٹی کر بیٹھتا ہے۔ اِس لیے جتنا قرآن نازل ہوتا جائے، اُسی کو اپنی قوم کے سامنے پیش کرو۔ اِس کتاب کا جو حصہ جس وقت نازل ہونا

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ
وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا

سجدہ کرو[141] تو وہ سجدہ ریز ہو گئے، مگر ابلیس نہیں مانا۔[142] اُس نے انکار کر دیا۔ اِس پر ہم نے کہا کہ اے آدم، یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے[143] تو ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو اِس باغ[144] سے نکلوا دے، پھر تم محروم ہو کر رہ جاؤ۔ یہاں تو تمھیں یہ آسایش ہے کہ نہ اِس میں بھوکے رہتے ہو نہ

چاہیے، وہ اُسی وقت نازل ہو گا اور اِس کا فیصلہ اللہ، بادشاہ حقیقی کرے گا۔ اِس کے لیے کسی جلدی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا کرو گے تو اندیشہ ہے کہ کوئی ابلیس یا کوئی سامری اِس سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر دے گا۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

۱۴۱؎ یہ سجدہ تعظیم کے لیے تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، اِس لیے اِس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اطاعت کا یہ امتحان جس وجہ سے لیا، وہ یہ تھی کہ اولاً، آدم پر واضح ہو جائے کہ اصلی سرفرازی نور یا نار سے پیدا ہونے میں نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں ہے، لہٰذا اُسے بھی اپنی انانیت کو ایک طرف رکھ کر ہمیشہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ ثانیاً، وہ یہ سمجھ لے کہ اُسے جب اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ دیا ہے کہ فرشتوں نے اُس کو سجدہ کیا تو یہ بات کسی طرح اُس کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی برتر مخلوق کو بھی خدا کا شریک سمجھ کر اُس کی پرستش کرے۔ بندگی اور پرستش اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وہ اگر اِس حق میں کسی کو شریک کرتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی اہانت نہیں کرتا، بلکہ خود اپنی بھی اہانت کرتا ہے۔

۱۴۲؎ قرآن کی سورۂ کہف (۱۸) میں صراحت ہے کہ ابلیس جنات میں سے تھا، اِس لیے یہ استثنا دلیل ہے کہ جنات چونکہ اپنی خلقت کے لحاظ سے فرشتوں سے زیادہ دور نہیں ہیں، اِس لیے اُنھیں جب سجدے کا حکم دیا گیا تو علیٰ سبیل التغلیب جنات بھی اُس میں شامل تھے۔

۱۴۳؎ یہ اِس لیے فرمایا کہ ذریت آدم سے ابلیس کی دشمنی اُس چیلنج سے واضح ہو گئی تھی جو اُس نے سجدے سے انکار کے بعد دیا تھا۔ سورۂ اعراف (۷) کی آیات ۱۶-۱۷ میں ہے کہ اُس نے کہا تھا کہ میں اولاد آدم کے لیے تیری سیدھی راہ پر گھات میں بیٹھوں گا۔ پھر اُن کے آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں، ہر طرف سے اُن پر تاخت کروں گا اور تو اُن میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔

تَعْرٰی ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰی ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰی ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

لباس کی ضرورت ہوتی ہے، نہ تم کو اِس میں پیاس ستاتی ہے نہ دھوپ لگتی ہے۔[۱۴۵] لیکن شیطان نے اُس کو ورغلایا۔ اُس نے کہا: آدم، میں تم کو وہ درخت بتاؤں جس میں ہمیشہ کی زندگی ہے اور اُس بادشاہی کا پتا دوں جس پر کبھی زوال نہ آئے گا؟[۱۴۶] سو (اُس کی ترغیب سے آدم وحوا)، دونوں نے اُس درخت کا پھل کھا لیا۔[۱۴۷]

۱۴۴؎ یہ غالباً اِسی دنیا کا کوئی باغ تھا جسے آدم وحوا کا مستقر قرار دیا گیا۔ اِس میں جو امتحان اُنھیں پیش آیا، اُس سے دونوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ شیطان اُن پر حملہ کرے گا تو کہاں سے کرے گا۔

۱۴۵؎ یہ الفاظ اپنے لازم کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ باغ میں اور ایسے معتدل موسم کی جگہ پر ٹھیرائے گئے ہو کہ سردی اور گرمی، دونوں کے آزار سے محفوظ رہتے ہو۔ چنانچہ جو کچھ میسر ہے، وہی کفایت کرتا ہے، زندگی کو قائم رکھنے کے لیے کسی غیرمعمولی اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''...سردی کے آزار میں سے بھوک اور عریانی ہے اور گرمی کی تکالیف میں سے پیاس اور دھوپ۔ جن لوگوں کی نظر اہل عرب کے کلام پر ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ بسا اوقات سردی اور گرمی کی تکالیف کا ذکر اِسی طرح کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ پیاس کا ذکر بھوک کے ساتھ اور دھوپ کا ذکر عریانی کے ساتھ زیادہ موزوں ہوتا۔ ہمارے نزدیک یہ راے عربیت کے ذوق سے محرومی کا نتیجہ ہے۔'' (تدبر قرآن ۵/ ۹۸)

۱۴۶؎ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ لفظ 'شَجَرَة' یہاں مجازی مفہوم میں ہے اور اِس سے مراد وہی شجرۂ تناسل ہے، جس کا پھل کھانے ہی سے انسان اِس دنیا میں اپنے آپ کو باقی رکھے ہوئے ہے۔ چنانچہ ابلیس نے یہ لالچ دے کر آدم وحوا کو اُس درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دی کہ حیات جاوداں اور ابدی بادشاہی کا راز اِسی درخت کے پھل میں ہے، جس سے تمھیں محروم کر دیا گیا ہے۔ اِس کا پھل کھاؤ گے تو باقی رہو گے، ورنہ جلد یا بدیر موت سے دوچار ہو جاؤ گے۔ شیطان کی یہ بات، اگر غور کیجیے تو ایسی غلط بھی نہیں تھی، اِس لیے کہ یہ اِسی درخت کا پھل ہے، جس کے کھانے سے انسان کی زندگی کا تسلسل دنیا میں قائم ہے۔

۱۴۷؎ اِس پر تعجب نہ ہونا چاہیے، اِس لیے کہ اِس پھل کی خواہش میں جو غیرمعمولی کیفیت انسان پر طاری ہو جاتی ہے، اُس سے مغلوب ہو کر وہ آج بھی اِس کے بارے میں خدا کی ہدایت کو بھول جاتا ہے۔

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

تو اُن کی پردے کی چیزیں اُن پر ظاہر ہو گئیں[۱۴۸] اور (اُن کو چھپانے کے لیے) وہ دونوں اپنے اوپر اُس باغ کے پتے گانٹھنے لگے۔[۱۴۹] اِس طرح آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔ پھر اُس کے پروردگار نے اُس کو برگزیدہ کیا۔[۱۵۰] سو اپنی عنایت سے اُس کی توبہ قبول فرمائی[۱۵۱] اور اُسے راستہ دکھا دیا۔[۱۵۲] فرمایا: تم دونوں فریق یہاں سے اتر جاؤ، اکٹھے۔[۱۵۳] تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔[۱۵۴] پھر میری طرف سے اگر کوئی ہدایت تمھارے پاس آئے تو اُس کی پیروی کرو، اِس لیے کہ جو میری

۱۴۸؎ یعنی اُن کے بارے میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ صرف رفع حاجت کا ذریعہ نہیں ہیں، بلکہ ایک دوسری چیز بھی اِن کے اندر چھپی ہوتی ہے جو اِن کا پھل کھانے کے بعد ہی کھلتی ہے۔

۱۴۹؎ اِس سے واضح ہے کہ جنس اور جنسی اعضا کے ساتھ شرم کا احساس انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ یہ کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے اور نہ تہذیب کے ارتقا سے مصنوعی طور پر پیدا ہوئی ہے، بلکہ ایک ایسا احساس ہے جو خدا نے انسان کے اندر الہام کر دیا ہے۔ جنس کے معاملات سے واقف ہوتے ہی یہ آپ سے آپ نمایاں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسان اپنے اُن اعضا کو ڈھانکنے کی کوشش کرتا ہے جو اُس کے لیے جنسی تلذذ کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۱۵۰؎ یعنی اپنے کار خاص کے لیے منتخب کر لیا۔ چنانچہ توبہ کی توفیق دی اور توبہ جن الفاظ میں کرنی چاہیے، وہ بھی از راہ عنایت القا فرما دیے۔ سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۲۳ میں توبہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ اِن سے واضح ہے کہ آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو اُس کے فوراً بعد ہی وہ سخت نادم ہو گئے تھے۔ لہٰذا یہی چیز توفیق توبہ اور نتیجے کے طور پر نبوت کے لیے انتخاب الٰہی کا باعث بن گئی۔

۱۵۱؎ اصل الفاظ ہیں: 'فَتَابَ عَلَيْه'۔ اِن میں 'عَلٰی' اِس بات پر دلیل ہے کہ یہ 'أقبل' کے مفہوم پر متضمن ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا التفات اور توجہ اُس کو پھر حاصل ہو گئی۔

۱۵۲؎ یعنی آگے کے مراحل کے لیے راستہ دکھا دیا تاکہ وہ شیطان کے فتنوں کا مقابلہ کر سکے۔

۱۵۳؎ یہ خطاب آدم و حوا سے نہیں ہے، بلکہ آدم اور ابلیس سے بحیثیت دو فریقوں کے ہے۔ آیت میں لفظ



www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَعۡمٰی ﴿۱۲۴﴾

ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ گم راہ ہوگا نہ محروم رہے گا۔[155] اور جو میری یاددہانی سے منہ موڑے گا تو اُس کے لیے تنگی کی زندگی ہے[156] اور قیامت کے دن ہم اُس کو اندھا اٹھائیں گے۔[157]

’جَمِیۡعًا‘ کی تاکید اِس کو بالکل واضح کر دیتی ہے۔ دوسرے مقامات میں اِسی بنا پر جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۱۵۴؎ ابلیس نے قیامت تک کے لیے اپنی دشمنی کا اعلان کر رکھا ہے۔ اِس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اولادآدم بھی اگر بالکل ہی احمق اور ناعاقبت اندیش نہیں ہوگی تو اُسے اپنا دشمن ہی سمجھے گی۔ یہ اِسی حقیقت کا بیان ہے۔

۱۵۵؎ یہ اُس ہدایت کا ذکر ہے جو وحی کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اُس نے عقل وفطرت کی ہدایت کے ساتھ یہ ہدایت بھی انسان کو عطا فرمائی تاکہ شیطان کی ترغیبات کے مقابلے میں وہ ٹھیک اُس راستے پر قائم رہے، جس کی منزل خدا کی جنت ہے۔ یہ ہدایت سب سے پہلے خود آدم علیہ السلام کو دی گئی اور وہ اِسی مقصد سے نبی بنائے گئے۔ اِس کے لیے، ظاہر ہے کہ اُن کے حالات کے لحاظ سے کوئی شریعت بھی اللہ تعالیٰ نے اُنھیں لازماً دی ہوگی۔

۱۵۶؎ یعنی ایسی زندگی ہے جو سکون وطمانیت، شرح صدر اور فراغ خاطر سے محروم ہوگی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...انسان کے اندر ایک خلا ہے جو اللہ کے ایمان کے سوا اور کسی چیز سے نہیں بھر سکتا۔ اِس وجہ سے، جب تک اُس کو ایمان حاصل نہ ہو، کوئی دوسری چیز اُس کو تسلی وطمانیت سے بہرہ مند نہیں کر سکتی۔ دوسری چیزیں، خواہ وہ بظاہر کتنی ہی شان دار اور دل فریب کیوں نہ ہوں، وقتی بہلاوے کا کام تو دے سکتی ہیں، لیکن قلب وروح کی بے قراری کو رفع نہیں کر سکتیں۔ جب بچہ بھوک سے روتا ہے تو اُس کے منہ میں چسنی یا نپل دے کر کچھ دیر کے لیے بہلایا جا سکتا ہے، لیکن وہ آسودہ اُسی وقت ہوتا ہے، جب ماں اُس کو چھاتی سے لگاتی اور اُس کو دودھ پلاتی ہے۔ اِس کے بغیر اُس کی بے چینی نہیں جاتی۔ یہی حال انسان کا ہے۔ وہ اپنے لیے جو اسباب وسامان بھی مہیا کر لے، لیکن اگر وہ خدا کے ایمان سے محروم ہے تو وہ غیر مطمئن، ڈانواں ڈول، اندیشہ ناک، مضطرب اور اندرونی خلفشار میں مبتلا رہے گا، اگرچہ وہ اپنی نمایشوں سے اُس پر کتنا ہی پردہ ڈالنے کی کوشش کرے۔ نفس مطمئنہ کی بادشاہی صرف سچے اور پکے ایمان ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ ’اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ‘۔

ممکن ہے، کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بہت سے لوگ ایمان کے مدعی ہوتے ہیں، لیکن اُن کی زندگی نہایت پریشان حالی و پراگندہ بالی کی ہوتی ہے۔ برعکس اِس کے کتنے ہیں جو خدا کو محض ایک وہم سمجھتے ہیں، لیکن وہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ

وہ کہے گا: پروردگار، تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے، میں تو آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا: ہماری آیتیں تمھارے پاس آئی تھیں تو تم نے اِسی طرح اُنھیں نظر انداز کر دیا تھا۔ آج تمھیں بھی اُسی طرح نظر انداز کر دیا جائے گا۔ ہم اُن کو جو حد سے گزر گئے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہیں لائے، اِسی طرح بدلہ دیں گے۔[۱۵۸] اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔ ۱۱۵-۱۲۷

پھر کیا اِن لوگوں کو اِس سے ہدایت نہیں ہوئی کہ اِن سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کی بستیوں میں اب یہ چلتے پھرتے ہیں؟[۱۵۹] حقیقت یہ ہے کہ اِس میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ تمھارے پروردگار کی طرف سے، (اے پیغمبر)، اگر ایک بات پہلے طے نہ کر

بڑی بےفکری و طمانیت کی زندگی بسر کرتے ہیں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہاں بحث ایمان کے مدعیوں سے نہیں، بلکہ حقیقی اہل ایمان سے ہے۔ ثانیاً، جن لوگوں کو خدا سے بے پروا ہونے کے باوجود ہم مطمئن خیال کرتے ہیں، ہم صرف اُن کے ظاہری کروفر کو دیکھتے ہیں۔ اگر کبھی اُن کے سینوں میں جھانک کر دیکھنے کا موقع ملے، تب معلوم ہو کہ اُن کے اندر کتنے خطرے اور کتنے خلجان چھپے ہوئے بیٹھے ہیں، لیکن یہ ہر ایک کو نظر نہیں آتے۔ اِن کو وہ خود دیکھتے ہیں یا وہ لوگ دیکھ سکتے ہیں جن کے اندر ایمانی بصیرت ہو۔'' (تدبر قرآن ۵/ ۱۰۳)

۱۵۷؎ یہ اندھا پن باعتبار نتیجہ ہوگا، یعنی اگرچہ دیکھ رہے ہوں گے، مگر اُس نور سے محروم ہوں گے جو اُس روز اہل ایمان کے پاس ہوگا اور اُس کی روشنی میں وہ ہر مرحلے پر اپنا جادہ و منزل اپنے لیے متعین کر لیں گے۔ سورۂ حدید (۵۷) کی آیت ۱۳ میں اِس کی وضاحت ہوگئی ہے۔

۱۵۸؎ اشارہ ہے اُس تنگی کی طرف جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا

دی گئی ہوتی اور (مہلت کی) ایک مقرر مدت نہ ہوتی تو (جو رویہ اِنھوں نے اختیار کیا ہے، اُس کی پاداش میں اِن پر) لازماً عذاب آ جاتا۔ سو جو کچھ یہ کہتے ہیں، اُس پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہو[160]، سورج کے نکلنے اور اُس کے غروب ہونے سے پہلے[161] اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو[162] اور دن کے کناروں پر بھی[163]۔ اِس لیے کہ (اُس کے صلے میں خدا کی

۱۵۹؎ یہ عاد و ثمود وغیرہ کی اُن بستیوں کی طرف اشارہ ہے جن کے برباد شدہ آثار اور کھنڈروں پر سے قریش کے لوگ اپنے تجارتی سفروں میں برابر گزرتے رہتے تھے۔

۱۶۰؎ یہ ذکر کے پہلو سے نماز کی تعبیر ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...یہ ذکر دو عنصروں سے مرکب ہے: ایک 'تَسْبِیح'، دوسرا 'حَمْد'۔ 'تَسْبِیح' میں تنزیہ کا پہلو غالب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو اُن باتوں سے پاک و منزہ قرار دینا جو اُس کی شان کے منافی ہیں۔ 'حَمْد' میں اثبات کا پہلو نمایاں ہے، یعنی اُس کو اُن صفات سے متصف قرار دینا جو اُس کے شایان شان ہیں۔ یہ نفی اور یہ اثبات، دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کے صحیح تصور کو دل میں راسخ کرتے ہیں اور اِسی رسوخ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا صحیح تعلق قائم ہوتا ہے جو تمام صبر و توکل کی بنیاد ہے۔ اگر اِن کے اندر کسی پہلو سے کوئی ضعف یا عدم توازن پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے متعلق آدمی کا تصور غلط ہو جاتا ہے اور یہ غلطی اُس کے سارے نظام فکر و عمل کو بالکل درہم برہم کر کے رکھ دیتی ہے۔'' (تدبر قرآن ۵/۷۶۷)

۱۶۱؎ یعنی فجر اور عصر کے وقت۔

۱۶۲؎ عشا اور تہجد کی نماز رات میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔ آیت میں فعل کا اعادہ تاکید پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۶۳؎ یہ تین ہی ہو سکتے ہیں: ایک صبح، دوسرا زوال آفتاب اور تیسرا شام کا کنارہ۔ چاشت، ظہر اور مغرب کی نمازیں دن کے اِنھی کناروں پر ادا کی جاتی ہیں۔

نماز کی یہ ہدایت صبر حاصل کرنے کی ایک تدبیر کے طور پر ہوئی ہے، اِس لیے کہ صبر کی توفیق جس کو بھی

تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا لِنَفۡتِنَہُمۡ فِیۡہِ
وَرِزۡقُ رَبِّکَ خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی ﴿۱۳۱﴾ وَاۡمُرۡ اَہۡلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡہَا لَا نَسۡـَٔلُکَ

عنایتوں سے) نہال ہو جاؤ[164]۔ اور اِن کے بعض گروہوں کو دنیوی زندگی کی رونق[165] کا جو ساز و سامان ہم نے اُس میں اُن کی آزمایش کے لیے دے رکھا ہے[166]، اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو[167] اور (یاد رکھو کہ) تمھارے پروردگار کا رزق ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے[168]۔ تم اپنے لوگوں کو[169] نماز

حاصل ہوتی ہے، اللہ کی مدد سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی مدد حاصل کرنے کا واحد ذریعہ نماز ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...یہ آیات حق و باطل کی کشمکش کے نہایت مشکل دور میں نازل ہوئی ہیں۔ اِن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے سے امت کو وہ تدبیر بتائی گئی ہے جو مشکلات و مصائب میں ثابت قدم رکھنے والی اور خدا کی رحمت و نصرت کا حق دار بنانے والی ہے۔ اِس طرح کے حالات میں صرف فرض نمازوں ہی کا اہتمام مطلوب نہیں ہے، بلکہ نوافل کا اہتمام بھی مطلوب ہے۔ قرآن، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سلف صالحین کے عمل، ہر چیز سے ہمارے اِس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ عام حالات میں تو تہجد و اشراق کی نمازوں کی حیثیت بہر حال نفلی نمازوں ہی کی ہے، لیکن مشکلات و مصائب میں، خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، اِن کا اہتمام ضروری ہے۔''

(تدبر قرآن ۵/ ۱۰۷)

۱۶۴؎ اِن دو لفظوں کے اندر بشارتوں کی جو دنیا چھپی ہوئی ہے، اُس کا اندازہ ہر صاحب ذوق کر سکتا ہے۔

۱۶۵؎ اصل میں 'زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ 'مَتَّعۡنَا بِہٖ' میں 'بِہٖ' کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوئے ہیں اور مجرور سے حال واقع ہونا فصیح عربی میں معروف ہے۔ بعض گروہوں سے اشارہ مکہ اور طائف کے اُن لوگوں کی طرف ہے جو وہاں عزت و اقتدار رکھتے تھے۔ اُن کے مال و دولت اور عزت و اقتدار کو 'زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا' کہہ کر قرآن نے اشارہ کر دیا ہے کہ جو کچھ اُن کے پاس ہے، اُس کی چمک دمک چند روزہ ہے۔

۱۶۶؎ یعنی اِس لیے نہیں دے رکھا کہ یہ اُس کے حق دار تھے، بلکہ اِس لیے دے رکھا ہے کہ اِن کا امتحان کریں کہ ہماری نعمتیں پا کر یہ شکر گزاری کا رویہ اختیار کرتے ہیں یا ہمارے آگے ہی اکڑنے لگتے ہیں۔

۱۶۷؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت کی محبت اور اِن لوگوں کے لیے سچے جذبۂ خیر خواہی و ہم دردی کی بنا پر

رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

کی تلقین کرو اور خود بھی اُس کے پابند رہو۔ ہم (اُن کے لیے) تم سے کوئی رزق نہیں مانگتے (کہ تمھیں کسی کے ساز وسامان کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہو)[۱۷۰]۔ رزق تو ہم تمھیں دیں گے[۱۷۱]۔ (ہم تم سے تقویٰ کا تقاضا کرتے ہیں[۱۷۲]) اور انجام کی فیروزمندی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔ ۱۲۸-۱۳۲

اِن کے ایمان کے خواہاں تھے۔ قریش کے اِن اغنیا اور سادات و امرا کی طرف آپ کے التفات کا باعث یہی تھا، اِس میں کسی طمع و حرص کا، معاذ اللہ، کوئی شائبہ نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اِس سے بھی روک دیا ہے، اِس لیے کہ اپنے گریز و فرار اور استکبار کی وجہ سے وہ دعوت کے اِس مرحلے میں اب اِس کے مستحق نہیں رہے تھے۔

۱۶۸؎ یعنی موت کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے، بلکہ اُس لازوال اور ابدی بادشاہی کی صورت اختیار کرنے والا ہے، جس سے آگے کسی نعمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۱۶۹؎ اصل میں لفظ 'اَهْلَكَ' آیا ہے۔ اِس سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو اُس وقت ایمان لا چکے تھے۔ عربی زبان میں لفظ 'أهل' اِس وسعت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اِس کے استعمال میں یہ بلاغت ہے کہ غربائے مسلمین کی عزت اِس سے اِس درجہ بڑھ گئی ہے کہ وہ گویا سرور عالم کے اہل میں شامل ہو گئے ہیں۔

۱۷۰؎ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ تقاضا تم سے کبھی نہیں کیا کہ تم یہ خیال کرو کہ اِن لوگوں نے ایمان قبول نہ کیا تو ہماری دعوت اور اُس کو آگے بڑھ کر قبول کرنے والے غربائے مسلمین اِس سرزمین میں بے یار و مددگار ہو کر رہ جائیں گے۔ نہیں، اِن میں سے کسی چیز کو بھی خاطر میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی دعوت اور اپنے ساتھیوں کے لیے اِن ناقدروں کی مدد اور سرپرستی کے محتاج نہیں ہو۔ تمھارے ساتھ خدا ہے اور تمھاری اور تمھارے ساتھیوں کی مدد، تقویت اور کفالت کے لیے وہی کافی ہے۔

۱۷۱؎ یعنی تمھیں بھی اور اُن کو بھی جو دعوت کے اِس کام میں تمھارے ساتھی بنیں گے۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہم جب اپنا کوئی کام کسی کے سپرد کرتے ہیں تو اُس کے رزق کی ذمہ داری اِسی طرح اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ اِس لیے تم ہمارا کام کرو اور نماز کا اہتمام رکھو۔ باقی جو ذمہ داری ہماری ہے، اُس کو ہم پر چھوڑ دو۔ اُس کے لیے تمھیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی ڈیوٹی پر ہو تو مسیح (علیہ السلام) کے الفاظ میں، اپنی مزدوری کے حق دار ہو۔

۱۷۲؎ یعنی علم و عمل میں بھی اور اُس کام میں بھی جو ہم نے تمھارے سپرد کیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَقَالُوۡا لَوۡلَا يَاۡتِيۡنَا بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ اَوَلَمۡ تَاۡتِهِمۡ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۳۳﴾
وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ
اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَنَخۡزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلۡ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوۡا فَسَتَعۡلَمُوۡنَ
مَنۡ اَصۡحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِىِّ وَمَنِ اهۡتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

اِنھیں اصرار ہے کہ اپنے پروردگار کے پاس سے یہ ہمارے لیے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے؟ کیا اِن کے پاس اگلے صحیفوں میں جو کچھ ہے، اُس کی گواہی نہیں پہنچی؟[۱۷۳] اگر ہم اِن کو اِس سے پہلے ہی کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ کہتے کہ پروردگار، تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے[۱۷۴] ہم تیری آیتوں کی پیروی اختیار کر لیتے؟ اِن سے کہو کہ ہر ایک منتظر ہے[۱۷۵] تو تم بھی انتظار کرو،[۱۷۶] پھر عنقریب جان لو گے کہ کون سیدھی راہ پر چلنے والا ہے اور کون برسر غلط ہے، اور کون منزل تک پہنچا اور کون راہ سے بھٹک گیا ہے۔[۱۷۷] ۱۳۳-۱۳۵

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۷۳ یہ جس سوال کا جواب ہے، وہ چونکہ اہل کتاب کا القا کیا ہوا تھا، اِس لیے جواب بھی اُنھی کو پیش نظر رکھ کر دیا ہے۔

۱۷۴ اصل الفاظ ہیں: 'مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَ نَخۡزٰى'۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''ذلت' اور 'خزی' کے الفاظ اپنے عام استعمال میں ایک دوسرے کے مفہوم میں بھی آتے ہیں، لیکن جب یہ دونوں ایک ساتھ آئیں، جس طرح یہاں آئے ہیں تو اِن کے درمیان ایک نازک سا فرق ہو جاتا ہے۔ اِس صورت میں 'ذلت' سے مراد وہ ذلت ہوتی ہے، جس کا احساس ایک ذلیل ہونے والا خود اپنے باطن میں کرتا ہے اور 'خزی' سے وہ رسوائی مراد ہوتی ہے جو دوسروں کے سامنے اُس کو ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ نہ ہم اپنی نگاہوں ہی میں ذلیل ہوتے اور نہ دوسروں کے آگے ہی رسوائی اور فضیحتا کی یہ نوبت آتی۔'' (تدبر قرآن ۵/ ۱۱۲)

۱۷۵ یعنی ہم بھی اور وہ سب لوگ بھی جو اِس کشمکش کو دیکھ رہے ہیں۔

۱۷۶ یہ خطاب کا اسلوب شدت عتاب کے اظہار کے لیے ہے۔

۱۷۷ اِس جملے میں مقابل کے فقرے عربیت کے اسلوب پر محذوف ہیں۔ ہم نے اُنھیں کھول دیا ہے۔

جاوید احمد غامدی

تحقیق وتخریج: محمد حسن الیاس


## دین اور اخلاق

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

### — ۱ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،[۱] قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ".

---

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اخلاق عالیہ کو اُن کے اتمام تک پہنچانے ہی کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں[۱]۔

---

۱۔ یعنی اُن کو پوری تفصیلات کے ساتھ واضح کر دینے اور اُن کا ایک کامل نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کر دینے کے لیے۔ روایت میں یہ بات جس حصر کے ساتھ کہی گئی ہے، اُس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین میں اخلاق عالیہ کی کیا اہمیت ہے۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۴۱ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ

روایت اِن مصادر میں نقل ہوئی ہے: مسند احمد، رقم ۲۴۱۔الادب المفرد، بخاری، رقم ۸۷۵۲۔مشکل الآثار، طحاوی، رقم ۴۸۱۸۔مستدرک، حاکم، رقم ۴۱۵۲۔السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۱۳۵۔

۲۔السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۱۳۵ میں 'صَالِحَ الْأَخْلَاقِ' کے بجاے 'مَکَارِمَ الْأَخْلَاقِ' نقل ہوا ہے۔ دونوں کے مفہوم میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔

## ـــــ ۲ ـــــ

عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ،[1] قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّ اللّٰہَ کَرِیْمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ، وَیُحِبُّ مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ،[2] وَیَکْرَہُ[3] سَفْسَافَہَا''.

---

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فیاض ہے، وہ فیاضی کو پسند کرتا ہے اور دوسرے تمام اعلیٰ اخلاق کو بھی، اور اُن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جو اُن میں سے ردی ہیں[1]۔

---

۱۔یعنی انسان کی سیرت و کردار، اور طرزعمل میں ردی سمجھی جاتی ہیں۔ اِس سے، ظاہر ہے کہ وہی چیزیں مراد ہوں گی جنھیں ہم رذائل اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۵۷۸۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت اِن کتابوں میں نقل ہوئی ہے: مستدرک حاکم، رقم ۱۴۰، ۱۴۱۔المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۳۰۳۱۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۱۳۴۔

۲۔المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۳۰۳۱ میں 'مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ' کے بجاے 'مَعَالِيَ الْأُمُوْرِ' نقل ہوا ہے، یعنی اعلیٰ کام۔

۳۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۴۱ میں 'وَيَكْرَهُ' کے بجائے 'وَيُبْغِضُ' منقول ہے۔ دونوں کا مدعا کم و بیش ایک ہی ہے۔

## ۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،[۱] قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا[۲] أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا"[۳].

---

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سب سے کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں سب سے اچھے ہوں[۱]۔

---

۱۔ دین میں اگرچہ عبادات بھی ہیں اور تطہیر بدن اور تطہیر خور و نوش کے احکام بھی، مگر سب سے زیادہ اہمیت تطہیر اخلاق کی ہے۔ ایمان کا حسن اِس کے بغیر درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ اِس کی تصریح فرمائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اُسی کی وضاحت ہے۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن سنن ابی داؤد، رقم ۴۶۸۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے اِس روایت کے مصادر درج ذیل ہیں:

مسند احمد، رقم ۷۴۰۲، ۷۳۹۶، ۱۰۱۱۰، ۹۸۹۸، ۱۰۳۲۳، ۱۰۸۱۷۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۹۲۔ الادب المفرد، رقم ۲۸۱۔ سنن ترمذی، رقم ۱۱۶۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۹۲۶۔ مشکل الآثار، طحاوی، رقم ۳۸۱۱، ۳۸۱۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۷۹، ۴۸۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۱، ۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۷۹۶۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۱۹ میں اِس جگہ 'وَأَفْضَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا' کا اضافہ نقل ہوا ہے، یعنی مومنوں میں سب سے بڑھ کر ایمان والے۔

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۳۲۰ میں یہاں 'وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ' کا اضافہ ہے، یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہو۔

صحیح بخاری، رقم ۵۵۹۶ میں یہی بات 'إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا'، کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے، یعنی تم میں سے بہترین لوگ اچھے اخلاق کے لوگ ہی ہیں، اور سنن ترمذی، رقم ۱۸۹۴ میں اِن کی جگہ 'خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا' کے الفاظ ہیں۔ دونوں کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

## ۴

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ[1]، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ"[2].

---

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن آدمی کی میزان اعمال میں سب سے زیادہ بھاری چیز اچھے اخلاق ہی ہوں گے، اور اچھے اخلاق کے حاملین اِن سے اُسی درجے کو پہنچ جائیں گے جو نماز روزے جیسی عبادات کے لیے خاص ہو جانے والوں کو ملنا ہے[1]۔

---

ا۔ اصل میں 'صاحب الصوم والصلوٰة' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ یہ اِسی مفہوم کے لیے ہے۔ اِس سے یہ اہم حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بد خلقی سے احتراز اور فرائض کا اہتمام تو ہر شخص کو کرنا ہے، ورنہ خدا کے ہاں مواخذے سے دوچار ہوگا، مگر بڑے درجات تک پہنچنے کے دو راستے ہیں اور دونوں یکساں ہیں: ایک یہ کہ آدمی عبادت گزار ہو اور زیادہ سے زیادہ نفل نمازیں پڑھے اور نفل روزے رکھے اور دوسرے یہ کہ عبادات میں خواہ فرائض پر اکتفا کرے، لیکن اِن کے ساتھ اپنے گھر والوں، دوست احباب، بلکہ پورے معاشرے کے لیے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بن کر رہے، اور ہر جگہ اور ہر موقع پر عدل، احسان، وفا، ایثار اور بنی نوع انسان کے ساتھ بے لوث محبت اور ہم دردی کو اپنا شعار بنائے۔ انسانی طبائع میں جس فرق و تفاوت کا مشاہدہ ہم اِس طرح کے معاملات میں کرتے ہیں، یہ دونوں راستے اُسی کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں اور اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے، اُس میں جنت کے اعلیٰ ترین



www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

درجات تک پہنچنے کا راستہ صرف عبادات میں اشتغال ہی نہیں، اخلاق عالیہ کا اہتمام بھی ہے اور اپنے اپنے ذوق و رجحان کے لحاظ سے لوگ اِن میں سے جو راستہ چاہیں، اختیار کر سکتے ہیں۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن سنن ترمذی، رقم ۱۹۲۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت درج ذیل مصادر میں نقل ہوئی ہے:

مسند ابن ابی شیبہ، رقم ۴۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۷۳۹۔ مسند احمد، رقم ۲۶۸۴۵، ۲۶۸۶۶، ۲۶۸۷۷، ۲۶۸۹۶۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۲۰۵۔ الادب المفرد، بخاری، رقم ۲۰۵۔ سنن ترمذی، رقم ۱۹۲۱۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۱۶۸۔ مسند بزار، رقم ۱۸۔ مشکل الآثار، طحاوی، رقم ۳۸۰۹۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۴۳۳۰۔ المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۵۵۱۔

۲۔ سنن ترمذی، رقم ۱۹۲۱ میں اِس جگہ یہ اضافہ ہے: 'وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ' ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدخلق اور فحش گو شخص کو پسند نہیں کرتا ہے''۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

### ۵

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو،[۱] أَنَّـهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" فَسَكَتَ الْقَوْمُ، فَأَعَادَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ الْقَوْمُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: "أَحْسَنُكُمْ خُلُقًا".[۲]

---

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: میں تمھیں اُن لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو قیامت کے دن میرے پاس بیٹھنے والوں میں سب سے زیادہ میرے محبوب اور میرے قریب ہوں گے؟ آپ کی یہ بات سن کر لوگ خاموش رہے تو آپ نے اِسے دو یا تین مرتبہ دہرایا۔ اِس پر لوگوں نے کہا: یارسول اللہ، ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا: جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے ہوں گے۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۶۷۳۵ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں، اُن سے یہ روایت صحیح ابن حبان، رقم ۴۹۰ میں بھی نقل ہوئی ہے۔ اُن کے علاوہ یہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ملاحظہ ہو: ترمذی، رقم ۱۹۳۷۔

۲۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طریق میں اِس جگہ یہ اضافہ نقل ہوا ہے: 'وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُونَ، وَالْمُتَشَدِّقُونَ، فَمَا الْمُتَفَيْهِقُونَ؟ قَالَ: الْمُتَكَبِّرُونَ.' ''اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے دور بیٹھنے والے لوگ وہ ہیں جو زیادہ باتیں کرنے والے، بلاسوچے سمجھے بولنے والے اور 'مُتَفَيْهِقُونَ' ہوں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ، بہت باتونی اور بہت زبان دراز کا تو ہمیں علم ہے، یہ 'مُتَفَيْهِقُون' کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: تکبر کرنے والے''۔ (ملاحظہ ہو: سنن ترمذی، رقم ۱۹۳۷)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## المصادر والمراجع

ابن حبان، أبو حاتم بن حبان. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان.** ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حجر، علی بن حجر أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري.** (د.ط). تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار المعرفة.

ابن قانع. (١٤٨١هـ/١٩٩٨م). **المعجم الصحابة.** ط١. تحقيق: حمدي محمد. مكة مكرمة: نزار مصطفٰى الباز.

ابن ماجة، ابن ماجة القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجة.** ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار الفكر.

ابن منظور، محمد بن مكرم بن الأفريقي. (د.ت). **لسان العرب.** ط١. بيروت: دار صادر.

أبو نعيم، (د.ت). **معرفة الصحابه.** ط١. تحقيق: مسعد السعدني. بيروت: دارالكتاب العلمية.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (د.ت). **مسند أحمد بن حنبل**. ط١. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٠٧هـ/ ١٩٨٧م). **الجامع الصحيح**. ط٣. تحقيق: مصطفٰى ديب البغا. بيروت: دار ابن كثير.

بدر الدين العيني. **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**. (د.ط). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البيهقي، أحمد بن الحسين البيهقي. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **السنن الكبرٰى**. ط١. تحقيق: محمد عبد القادر عطاء. مكة المكرمة: مكتبة دار الباز.

السيوطي، جلال الدين السيوطي. (١٤١٦هـ/ ١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج**. ط ١. تحقيق: أبو إسحٰق الحويني الأثري. السعودية: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الشاشي، الهيثم بن كليب. (١٤١٠هـ). **مسند الشاشي**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

محمد القضاعي الكلبي المزي. (١٤٠٠هـ/١٩٨٠م). **تهذيب الكمال في أسماء الرجال**. ط١. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مسلم، مسلم بن الحجاج. (د.ت). **صحيح المسلم**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرٰى**. ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤١١هـ/١٩٩١م). **السنن الكبرٰى**. ط١. تحقيق: عبد الغفار سليمان البنداري، سيد كسروي حسن. بيروت: دار الكتب العلمية.

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد عامر گزدر

# تصویر اور مصوری

## ـــ ۱ ـــ

عَنْ جَابِرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَزْعُمُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصُّوَرِ فِي الْبَيْتِ، وَنَهَى الرَّجُلَ أَنْ يَصْنَعَ ذٰلِكَ.[1]

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویریں رکھنے اور اُن کے بنانے سے منع فرمایا ہے۔[1]

۱۔ سورۂ سبا (۳۴) کی آیت ۱۳ میں تصریح ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنی عمارتوں میں تصویریں اور مجسمے بھی بنوائے تھے۔ آیت میں اِس کے لیے 'تَمَاثِیل' کا لفظ آیا ہے جو بے جان اور جان دار، ہر چیز کی تصویر اور مجسمے کے لیے عام استعمال ہوتا ہے۔ یہ جس طریقے سے استعمال کیا گیا ہے، زبان و بیان کی رو سے اُس میں کسی تخصیص کی بھی گنجایش نہیں اور خدا کے کسی پیغمبر کے بارے میں یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کرے گا جو اصلاً شر ہو اور جسے بغیر کسی قید و شرط کے حرام قرار دیا جا سکتا ہو۔ پھر یہی نہیں، سورۂ اعراف (۷) کی آیات ۳۲-۳۳ میں مزید تصریح ہے



www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ صرف پانچ چیزیں حرام کی ہیں: ایک فواحش، دوسرے حق تلفی، تیسرے جان، مال اور آبرو کے خلاف زیادتی، چوتھے شرک اور پانچویں بدعت۔ لہٰذا یہ بات تو کسی طرح نہیں مانی جاسکتی کہ خدا کے دین میں تصویروں کی ممانعت علی الاطلاق ہے۔ چنانچہ فقہا نے بھی اِسے علی الاطلاق نہیں، بلکہ ذی روح کی تخصیص کے ساتھ ہی مانا ہے۔ لیکن روایت کے حکم اور قرآن کی تصریحات میں بظاہر جو منافات ہے، وہ اِس سے بھی ختم نہیں ہوتی، اِس لیے ضروری ہے کہ یہ ممانعت صرف اُس صورت کے لیے خاص قرار دی جائے، جب تصویر کوئی ایسا معاملہ کرنے کے لیے بنائی گئی ہو جسے اِن آیتوں میں حرام کہا گیا ہے۔ یہ، ظاہر ہے کہ اُنھی تصویروں اور مجسموں کے ساتھ ہوسکتا ہے جن کے ساتھ مشرکانہ عقائد وابستہ ہوں یا وابستہ کیے جاسکتے ہوں، یعنی مثال کے طور پر، لوگ اُنھیں ذی روح ہستیوں کی طرح یا اُن کے تعلق سے مقدس اور نافع وضار سمجھ کر اُن کی عبادت اور اُن سے استعانت کریں یا کرسکتے ہوں۔ اِس تخصیص کے بعد قرآن وحدیث میں کوئی منافات باقی نہیں رہتی اور روایت کا حکم ہر لحاظ سے واضح ہوجاتا ہے، مگر یہ سوال، اِس کے باوجود باقی رہتا ہے کہ اِس کے لیے علی الاطلاق ممانعت کا اسلوب کیوں اختیار کیا گیا؟ اِس کا جواب، ہمارے نزدیک یہ ہے کہ مورتیں اور تصویریں اُس زمانے میں زیادہ تر پرستش کے لیے یا ایسی چیزوں اور ایسے اشخاص ہی کی بنائی جاتی تھیں جن سے متعلق مشرکانہ جذبات کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ تھا، مثلاً انبیا، فرشتے، جنات، اُن کے بسیرا کرنے کے درخت اور اُن کی سواری کے لیے پروں والے گھوڑے یا مذہبی علامات، جیسے صلیب وغیرہ۔ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ روایت میں لفظ 'الصور' پر الف لام عہد کا ہے اور اِس سے وہی تصویریں اور مجسمے مراد ہیں جو مشرکانہ تصورات کے تحت بنائے گئے ہوں یا اُن کا باعث بن سکتے ہوں۔ آگے کی روایتوں کو مجموعی حیثیت میں اور تدبر کی نگاہ سے دیکھیے تو یہ حقیقت مزید واضح ہوجاتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۵۱۲۵ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا جابر رضی اللہ عنہ ہیں اور اِس کے متابعات جن مراجع میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۴۵۹۶۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۴۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۲۴۴۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۴۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۹۷۲۳۔

## —— ۲ ——

عَنۡ وَهۡبِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ السَّوَائِيِّ، قَالَ:[1] إِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الۡمُصَوِّرَ[2].

وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویریں بنانے والوں پر لعنت کی ہے[1]۔

ا۔یعنی وہ تصویریں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔اُن پر، ظاہر ہے کہ لعنت ہی ہونی چاہیے، کیونکہ قرآن نے جگہ جگہ واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ جانتے بوجھتے اللہ کے شریک ٹھیرائیں، وہ اُس کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے جاتے ہیں۔تاہم یہ لعنت اُنھی مصوروں پر ہوگی جو یہ تصویریں مذہبی عقیدت کے جذبے کے ساتھ بنائیں اور اُن کے بارے میں وہی کچھ مانتے ہوں جو اُن کے پوجنے والے مانتے ہیں یا اُن لوگوں کے لیے بنائیں جو اِسی جذبے اور اِسی مقصد سے تصویریں بنواتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## متن کے حواشی

ا۔ یہ روایت صحیح بخاری، رقم ۲۲۳۸ سے لی گئی ہے۔ اِس کے راوی تنہا وہب بن عبداللہ سوائی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے باقی طرق اِن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مسند ابن جعد، رقم ۵۱۵۔ مسند احمد، رقم ۱۸۷۵۶، ۱۸۷۶۸۔ صحیح بخاری، رقم ۲۰۸۶، ۵۳۴۷، ۵۹۶۲۔ مسند حارث، رقم ۴۳۸۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۸۹۰۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۵۲۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۲۹۸۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۱۰۰۷۔

۲۔ صحیح بخاری، رقم ۵۳۴۷ میں یہاں 'الْمُصَوِّرَ' کے بجاے صیغۂ جمع 'الْمُصَوِّرِيْنَ' آیا ہے۔

## —— ۳ ——

عَنۡ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَمۡ يَكُنۡ يَتۡرُكُ فِيۡ بَيۡتِهِ شَيۡئًا

فِيهِ تَصْلِيبٌ إِلَّا قَضَبَهُ[1].

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز بغیر کاٹے نہیں چھوڑتے تھے، جس میں صلیب کی تصویر بنی ہو[1]۔

۱۔ اِس لیے کہ صلیب نصاریٰ کے ہاں ایک مقدس علامت بن چکی تھی اور اُس کے ساتھ اُن کے وہی جذبات وابستہ تھے جو مشرکین کے اپنے اوثان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا مسیح علیہ السلام، جنھیں وہ خدا کا اکلوتا بیٹا سمجھتے ہیں، اُن کے عقیدے کے مطابق اسی پر چڑھائے گئے اور اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے اِسی سے اپنے آسمانی باپ کے پاس گئے تھے۔ اِس سے وہ علت مزید واضح ہو جاتی ہے جو ہم نے اوپر تصویر کی حرمت کے لیے بیان کی ہے، کیونکہ صلیب بے جان ہی ہوتی ہے۔ اُس کی تصویروں کو کاٹ دینے کی وجہ اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہی ہو سکتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دی ہے۔ آگے جن پردوں اور کپڑوں کا ذکر بعض روایتوں میں ہوا ہے، اُن کی تصویروں کو بھی اِسی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

# متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۵۹۹۶ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی تنہا عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اِس کے متابعات کے مصادر یہ ہیں: مسند اسحاق، رقم ۱۴۰۵، ۱۶۹۰، ۱۷۵۲۔ مسند احمد، رقم ۲۴۲۶۱، ۲۶۱۴۲۔ صحیح بخاری، رقم ۵۹۵۲۔ سنن ابی داود، رقم ۴۱۵۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۷۰۶۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۶۴۱۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۴۵۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۷۱۔

صحیح بخاری، رقم ۵۹۵۲ میں یہ روایت اِن الفاظ میں نقل ہوئی ہے: 'إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ إِلَّا نَقَضَهُ' ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے، جس میں صلیب کی تصویریں بنی ہوں''، جب کہ مسند اسحاق، رقم ۱۶۹۰ میں یہ الفاظ ہیں: 'إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ ثَوْبًا فِيهِ تَصْلِيبٌ إِلَّا قَصَّهُ' ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسا کپڑا بغیر کاٹے نہیں چھوڑتے تھے، جس میں صلیب کی تصویر بنی ہو''۔

## ۴

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُودٍ، قَالَ :[1] دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ [يَوۡمَ الۡفَتۡحِ[2]] وَحَوۡلَ الۡكَعۡبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ صَنَمًا[3]، فَجَعَلَ يَطۡعَنُهَا بِعُودٍ كَانَ فِي يَدِهِ [فَتَسَّاقَطُ عَلٰى وَجۡهِهَا[4]]، وَيَقُولُ: "﴿جَاءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ، إِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾[الإسراء: ٨١]، ﴿جَاءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾" [سبأ:٤٩].

---

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو اُس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔[1] آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ اُس سے اُن کو مارنے لگے تو وہ پے بہ پے منہ کے بل گرتے چلے گئے۔[2] آپ اُس وقت کہہ رہے تھے: حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور یہ باطل مٹنے ہی والا تھا (بنی اسرائیل ۱۷:۸۱)۔ حق آ گیا اور حقیقت یہ ہے کہ باطل نہ ابتدا کرتا ہے، نہ اعادہ[3] (سبا ۳۴:۴۹)۔

---

۱۔ یہ بت بھی، ظاہر ہے کہ مجرد آرٹ کے پہلو سے نہیں، بلکہ پرستش ہی کے لیے بنائے گئے تھے۔

۲۔ یہ اِس لیے کہ اب آپ کے پاس قوت نافذہ تھی اور قرآن مجید میں آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ جزیرہ نماے عرب میں دین خالص اللہ ہی کے لیے ہو جانا چاہیے: '﴿وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾' (الانفال ۸:۳۹)۔ اِس کی تفصیلات کے لیے دیکھیے، ہماری کتاب ''میزان'' میں ''قانون جہاد'' اور ''مقامات'' میں ''خدا کے فیصلے'' کے زیر عنوان ہمارے مضامین۔

۳۔ اِس موقع پر اِن آیات کی تلاوت بھی اُسی حقیقت کو واضح کرتی ہے جو ہم نے بتوں اور تصویروں کے بارے میں اوپر بیان کی ہے۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۶۹۰۶ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابن مسعود رضی اللہ

عنہ ہیں۔ الفاظ کے معمولی تفاوت کے ساتھ اِس کے بقیہ طرق جن مراجع میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: مسند حمیدی، رقم ۸۶۔ مسند ابن ابی شیبہ، رقم ۱۷۸۔ مسند احمد رقم ۳۵۸۴۔ صحیح بخاری، رقم ۲۴۷۸، ۴۲۸۷، ۴۷۲۰۔ صحیح مسلم، رقم ۱۷۸۱۔ سنن ترمذی، رقم ۳۱۳۸۔ مسند بزار، رقم ۱۸۰۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۱۲۳۳، ۱۱۳۶۴۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۹۶۷۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۶۷۸۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۶۲۔ المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۲۱۰۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۳۰۳۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۰۵۳۵۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۱۵۵۰۔

۲۔ صحیح بخاری، رقم ۴۲۸۷۔

۳۔ بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۲۴۷۸ میں یہاں 'صَنَمًا' ''بت'' کے بجائے 'نُصُبًا' ''عبادت کے لیے نصب کیے گئے پتھر'' کا لفظ نقل ہوا ہے، جس کی جمع 'أَنصَاب' آتی ہے۔*

۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۳۰۳۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## ۵

عن جَابِرِ بُنَ عَبُدِ اللّٰهِ، يَقُولُ:[1] إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ عُمَرَ بُنَ الُخَطَّابِ يَوُمَ الُفَتُحِ، وَهُوَ بِالُبَطُحَاءِ، أَنُ يَأُتِيَ الُكَعُبَةَ فَيَمُحُوَ كُلَّ صُورَةٍ فِيهَا، وَلَمُ يَدُخُلِ الُبَيُتَ حَتّٰى مُحِيَتُ كُلُّ صُورَةٍ فِيهِ[2].

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے دن، جب کہ آپ بطحا میں تھے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ کعبہ میں جا کر اُس کے اندر سب تصویریں مٹا دیں۔ چنانچہ آپ اُس وقت تک بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے، جب تک اُس میں موجود تمام تصویروں کو مٹا نہیں دیا گیا[1]۔

۱۔ یعنی بیت اللہ کے اندر رکھی ہوئی تصویروں کو مٹا نہیں دیا گیا۔ اوپر کی روایت میں تصریح ہے کہ بیت اللہ کے

* تفصیل کے لیے دیکھیے: الدکتور موسی شاهین لاشین، **فتح المنعم شرح صحیح مسلم**، (د.م: دار الشروق، ط ۱، ۱٤۲۳هـ/ ۲۰۰۲م)، ج۷، ص ۲۵۹.

باہراور اُس کے صحن میں جو بت رکھے گئے تھے، وہ آپ نے خود اپنی چھڑی سے گرائے تھے۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۵۱۰۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے متابعات اِن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مسند احمد، رقم ۱۴۵۹۶، ۱۵۲۶۱۔ سنن ابی داود، رقم ۴۱۵۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۵۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۹۷۲۳، ۱۴۵۶۲۔

۲۔ مسند احمد، رقم ۱۵۲۶۱ میں اِس واقعے کی مزید تفصیل اِس طرح نقل ہوئی ہے: 'عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ فِي الْكَعْبَةِ صُوَرٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنْ يَمْحُوَهَا، فَبَلَّ عُمَرُ ثَوْبًا وَمَحَاهَا بِهِ، فَدَخَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا فِيهَا مِنْهَا شَيْءٌ' ''کعبہ میں بہت سی تصویریں تھیں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اُنھیں مٹا دیں۔ سیدنا عمر نے ایک کپڑا بھگویا اور اُس سے اُن تصویروں کو مٹا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو اُس وقت وہاں کوئی تصویر باقی نہیں تھی''۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

## — ۶ —

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ[1] أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ، أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِيْ أَيْدِيهِمَا مِنَ الْأَزْلَامِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، [أَمَا وَاللّٰهِ[2]] لَقَدْ عَلِمُوا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ''، ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ، فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْبَيْتِ، وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

---

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو بتوں کے ہوتے بیت اللہ کے اندر جانے کو تیار نہیں ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اُن کے بارے میں حکم دیا اور وہ

نکال دیے گئے۔ اِنھی میں ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی مورتیں بھی نکالی گئیں، جن کے ہاتھوں میں جوے کے تیر تھے[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا: اِن پر خدا کی مار، بخدا یہ خوب جانتے تھے کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے کبھی جوے کے تیروں سے قسمت معلوم نہیں کی۔ اِس کے بعد آپ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے، پھر اُس کے کونوں میں کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور باہر آ گئے۔ آپ نے اُس کے اندر نماز نہیں پڑھی[2]۔

---

۱۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس نوعیت کی تصویریں تھیں جو اُس زمانے میں بالعموم بنائی جاتی تھیں۔ روایت ا کے تحت ہم نے اِسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۲۔ یعنی اِس موقع پر نماز نہیں پڑھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۴۲۸۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے باقی طرق جن مراجع میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۳۰۹۳۔ صحیح بخاری، رقم ۱۶۰۱۔ سنن ابی داود، رقم ۲۰۲۷۔

بعض روایتوں، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۳۳۵۲ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بات اِن الفاظ میں نقل ہوئی ہے: 'أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي البَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتّٰى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ، وَرَأَى [تَمَاثِيلَ]* إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ: "قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ، وَاللّٰهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ"'، 'نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اُس وقت تک اُس میں داخل نہیں ہوئے، جب تک آپ کی ہدایت کے مطابق اُنھیں مٹا نہیں دیا گیا اور آپ نے ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی مورتیں بھی دیکھیں جن کے ہاتھوں میں جوے کے تیر تھے۔ اُنھیں دیکھ کر آپ نے فرمایا: اِن پر خدا کی مار، بخدا ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے کبھی جوے کے تیروں سے قسمت معلوم نہیں کی'۔

اِس متن کے متابعات جن مصادر میں دیکھے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۴۸۵۔ مسند احمد،

---

* الفوائد، تمام رازی، رقم ۱۱۷۶۔

رقم ۳۴۵۵۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۶۱۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۱۸۴۵۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۰۱۹۔ فوائد، تمام رازی، رقم ۱۱۷۶۔

۲۔ مسند احمد، رقم ۳۰۹۳۔

## ۷

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ:[۱] لَمَّا اطْمَأَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ طَافَ عَلٰى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ بِيَدِهِ، ثُمَّ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، فَوَجَدَ فِيهَا حَمَامَةَ عَيْدَانٍ، فَكَسَرَهَا، ثُمَّ قَامَ عَلٰى بَابِ الْكَعْبَةِ، فَرَمَى بِهَا، وَأَنَا أَنْظُرُ.

---

صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ فتح کے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوا تو آپ نے ایک اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک عصا تھا، جس سے آپ حجر اسود کا استلام کر رہے تھے۔ اِس کے بعد آپ کعبے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک کبوتری کی مورت دیکھی جو لکڑیوں سے بنی تھی۔ آپ نے اُس کو توڑ ڈالا۔ پھر آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور میری آنکھوں کے سامنے اُس ٹوٹی ہوئی کبوتری کو باہر پھینک دیا۔[۱]

---

۱۔ آپ کے اِس طرز عمل سے واضح ہے کہ یہ کبوتری بھی کسی مشرکانہ عقیدے ہی کے تحت بنائی گئی اور بیت اللہ کے اندر رکھی گئی ہوگی، لیکن جن لوگوں کو آپ نے اصنام واوثان سے بیت اللہ کو پاک کرنے پر مامور فرمایا، اُنھوں نے غالباً اِسے تزئین کی کوئی چیز سمجھا اور اُٹھا کر باہر نہیں پھینکا۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن سنن ابن ماجہ، رقم ۲۹۴۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی تنہا صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

تفصیلات کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے باقی طرق جن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں: الآحاد والمثانی، ابن ابی عاصم، رقم ۳۱۹۱۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۸۱۰۔ معرفۃ الصحابۃ، ابونعیم، رقم ۲۱۷۷،۲۲۷۷۔

## ۸

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ:[۱] قَالَ لِي عَلِيٌّ: أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا [فِي بَيْتٍ[۲]] إِلَا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَا سَوَّيْتَهُ[۳].

---

ابوہیاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھیں اُسی مہم پر بھیج رہا ہوں، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا اور وہ یہ کہ تم کسی گھر میں کوئی مورت نہ چھوڑو، جسے توڑ نہ دو[۱] اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑو، جسے زمین کے برابر نہ کر دو[۲]۔

---

۱۔ یہاں بھی، ظاہر ہے کہ اُسی طرح کی مورتیں مراد ہیں جن کی وضاحت اوپر ہوئی ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اِن مورتوں کو مٹا دینے کی ہدایت کے باوجود یہ بعض جگہوں پر موجود تھیں یا غالباً فتنۂ ارتداد کے زمانے میں کہیں کہیں دوبارہ بن گئی تھیں اور ایک خلیفۂ راشد کو وہی اقدام ایک مرتبہ پھر کرنا پڑا جو اِس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے۔

۲۔ یعنی وہ قبر جس کے ساتھ مذہبی تقدس وابستہ ہو، جیسا کہ دنیا کی بہت سی قوموں میں اُن کے انبیا اور اولیا کی قبروں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ یہ حکم توحید کے عالمی مرکز کے طور پر جزیرہ نماے عرب کی خاص حیثیت کے پیش نظر دیا گیا جو اُسے خود پروردگار عالم نے دی ہے اور جس کے تحت اُس کے اندر کوئی ایسی چیز گوارا نہیں کی جا سکتی جس میں شرک اور اُس کے متعلقات کا کوئی شائبہ بھی ہو سکتا ہو۔ دنیا کے دوسرے علاقوں سے اِس حکم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُن میں قانون کی طاقت سے صرف وہی چیزیں روکی جا سکتی ہیں جن میں کسی کی حق تلفی یا اُس کی جان، مال اور آبرو کے خلاف کسی زیادتی کا اندیشہ ہو۔ اِس کی تفصیلات کے لیے دیکھیے، ہماری کتاب ''مقامات'' میں مضامین: ''خدا کے فیصلے'' اور ''قانون کی بنیاد''۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

# متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۱۴۱۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی روایت تنہا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے۔ اسلوب کے کچھ فرق کے ساتھ اِس کے متابعات جن مراجع میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۱۵۰۔ مسند احمد، رقم ۱۰۶۴۔ صحیح مسلم، رقم ۹۶۹۔ سنن ابی داود، رقم ۳۲۱۸۔ سنن ترمذی، رقم ۱۰۴۹۔ مسند بزار، رقم ۹۱۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۰۳۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۲۱۶۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۵۰، ۶۱۴۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۳۶۶، ۱۳۶۷۔ السنن الصغریٰ، بیہقی، رقم ۱۱۱۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۷۵۷۔

۲۔ السنن الصغریٰ، بیہقی، رقم ۱۱۱۲۔

۳۔ بعض طرق، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۰۳۱ میں یہ روایت ان الفاظ نقل ہوئی ہے: 'قَالَ عَلِيٌّ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا تَدَعَنَّ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ، وَلَا صُوْرَةً فِيْ بَيْتٍ إِلَّا طَمَسْتَهَا'' 'میں تمھیں اُسی مہم پر بھیج رہا ہوں، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا۔ تم ہرگز کوئی اونچی قبر نہ چھوڑنا، جسے زمین کے برابر نہ کر دو اور نہ کسی گھر میں کوئی مورت چھوڑنا، جسے توڑ نہ دو'۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## ۹

قَالَ أَبُو زُرْعَةَ[1]: دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ[2] [وَهِيَ تُبْنٰى[3]]، فَرَأٰى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ [فِي الْجِدَارِ[4]]، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''[قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ[5]]: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً، وَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، [وَلْيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً[6]]''.

---

ابوزرعہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک گھر بن رہا تھا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں اُس میں گیا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اُس کے اوپر ایک مصور اُس کی دیوار میں تصویریں بنا رہا ہے۔ اِس پر ابوہریرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری تخلیق کے مانند تخلیق کی کوشش کرے؟[1] یہ لوگ ایک دانہ، ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھائیں۔[2]

---

۱۔ یہ قرآن کی کوئی آیت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے۔ اِس طرح کی روایات جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات آپ نے اپنے الفاظ میں بیان کی ہے، اِس کے علاوہ بھی نقل ہوئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص محض تصویر یا مجسمہ نہ بنائے، جس طرح کہ مصور اور مجسمہ ساز بناتے ہیں، بلکہ اِس خیال سے میرے شریک تخلیق کرنے کی کوشش کرے کہ اُس کی بنائی ہوئی یہ تصویریں اور مجسمے بھی گویا اُسی طرح حقیقی شخصیت کے حامل ہو گئے ہیں، جس طرح میری مخلوقات ہوتی ہیں، اور اُن سے پرستش اور استعانت کے لیے اب وہی جذبات اور توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں جو زندہ معبودوں کے ساتھ وابستہ کی جاتی ہیں۔ 'یَخْلُقُ کَخَلْقِي' کی تعبیر یہاں اِسی پہلو سے اختیار کی گئی ہے۔ اِس طرح کا خیال سراسر افترا علی اللہ ہے۔ چنانچہ اِسی بنا پر فرمایا ہے کہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو ایسی تخلیق کی جسارت کرے؟

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

۲۔ یعنی اُس طرح بنا کر دکھائیں، جس طرح خدا نے بنایا ہے۔ یہ تو محض ایک شبیہ بنا کر اُس کو حقیقی شخصیات کی طرح صاحب اختیار اور نافع وضار سمجھنے کی حماقت میں مبتلا ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات، ظاہر ہے کہ اُنھی مصوروں کے بارے میں کہی ہو گی جو اپنی بنائی ہوئی تصویروں کے بارے میں اِس طرح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اوپر روایت ۸ سے معلوم ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نماے عرب سے تمام مشرکانہ تصویریں مٹا دینے کی ہدایت کی تھی۔ اِس کے بعد یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ لوگوں نے وہی تصویریں زمانۂ رسالت کے متصل بعد اور وہ بھی مدینہ میں دوبارہ بنانا شروع کر دی تھیں۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اگر آپ کے اِس ارشاد کا اطلاق اپنے سامنے کسی مصور کی بنائی ہوئی عام تصویروں پر کیا ہے تو اِسے اُن کی غلط فہمی سمجھنا چاہیے۔ علما و فقہا کی ایک بڑی تعداد تصویر کے باب میں اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے تو اُن سے بھی اِس کا صدور مستبعد نہیں ہے۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح بخاری، رقم ۵۹۵۳ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اِس کے متابعات اِن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم

۲۵۲۱۱۔ مسند اسحاق، رقم ۱۶۳۔ مسند احمد، رقم ۲۶۱۶۷، ۲۵۱۲۱، ۹۸۲۴، ۱۰۸۱۹۔ صحیح بخاری، رقم ۵۵۹۷۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۱۱۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۵۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۶۸۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۱۱ میں یہاں یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں: 'دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارَ مَرْوَانَ، فَرَأَى فِيهَا تَصَاوِيرَ' ''میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا تو اُنھوں نے اُس میں کچھ تصویریں دیکھیں''، جب کہ مسند اسحاق، رقم ۱۶۳ میں ہے: 'دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا ابْتُنِيَ لِسَعِيدٍ بِالْمَدِينَةِ أَوْ لِمَرْوَانَ بِالْمَدِينَةِ' ''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں ایک گھر میں داخل ہوا جو مدینہ میں سعید کے لیے یا مروان کے لیے تعمیر کیا گیا تھا''۔

۳۔ مسند احمد، رقم ۲۶۱۶۷۔

۴۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۵۹۔

۵۔ صحیح بخاری، رقم ۵۵۹۷۔

۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۱۱۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## ۱۰

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ:[۱] لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ قَدْ أَتَيَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرْنَ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا: مَارِيَةُ، وَذَكَرْنَ مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: "إِنَّ أُولٰئِكَ [قَوْمٌ[۲]] إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا [وَصَوَّرُوهُ[۳]]، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ[۴]]".

---

ام المومنین سیدہ عائشہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے تو آپ کی بیویوں میں

سے کسی نے اُس گرجے کا ذکر کیا جو اُنھوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا۔ام سلمہ اور ام حبیبہ حبشہ جا چکی تھیں، لہٰذا جو گرجا اُنھوں نے اُس سرزمین میں دیکھا تھا، اُس کا ذکر کیا، جس کا نام ماریہ تھا۔ اُنھوں نے اُس کی خوب صورتی اور اُس میں تصویروں کا بھی ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اِن میں کوئی صالح آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اُس کی قبر پر عبادت گاہ بناتے اور اُس کی مورت بنا لیتے، پھر یہی نہیں، اُس عبادت گاہ میں اِسی طرح تصویریں بناتے تھے[1]۔یہی ہیں جو قیامت کے دن خدا کے نزدیک بدترین خلائق ہوں گے۔

---

۱۔یعنی جس طرح سیدہ مریم اور سیدنا مسیح کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، اُسی طرح اپنے بعض صالحین کی تصویریں بنا کر اُنھیں بھی مشرکانہ عقیدت کے ساتھ گرجوں اور خانقاہوں میں رکھ لیتے تھے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

# متن کے حواشی

۱۔اِس روایت کا متن اصلاً موطا مالک (روایۃ ابی مصعب الزہری)، رقم ۱۹۴۷ سے لیا گیا ہے۔اِس کی راوی تنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔اِس کے متابعات کے مراجع یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۷۵۴۸، ۱۱۸۱۵۔مسند اسحاق، رقم ۷۶۸، ۷۶۹۔مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۲۔صحیح بخاری، رقم ۴۲۷، ۴۳۴، ۱۳۴۱، ۳۸۷۳۔صحیح مسلم، رقم ۵۲۸۔السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۷۰۴۔السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۷۸۵۔مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۶۲۹۔صحیح ابن خزیمہ، رقم ۷۹۰۔مستخرج ابی عوانہ، رقم ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱۔صحیح ابن حبان، رقم ۳۱۸۱۔السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۷۲۲۰۔

۲۔صحیح بخاری، رقم ۴۳۴۔

۳۔مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۷۵۴۸۔

۴۔مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۲۔

## — ۱۱ —

إِنَّ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ

سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ هَتَكَهُ، وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: "يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الَّذِينَ يُضَاهُونَ[2] بِخَلْقِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى"[3]. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ[4].

---

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے گھر کے ایک روشن دان کو باریک پردے سے ڈھانپ رکھا تھا، جس پر مورتیں بنی تھیں۔ آپ نے جیسے ہی اُس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے فرمایا: عائشہ، قیامت کے دن اللہ کے ہاں اُن لوگوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا جو اللہ کی تخلیق کے مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں[1]۔ سیدہ کہتی ہیں کہ پھر ہم نے اُس پردے کو کاٹا اور اُس سے دو یا تین تکیے بنا لیے[2]۔

---

۱۔ یعنی مورتوں کو حقیقی شخصیات کی طرح صاحب اختیار اور نافع وضار سمجھ کر بناتے اور اِس طرح گویا اللہ کی تخلیق کے مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ اِس کے نتیجے میں، ظاہر ہے کہ تصویریں مسخ ہوگئیں اور اُن کے بارے میں کسی غلط تاثر کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں رہا۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی بھی تنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسلوب کے کچھ فرق کے ساتھ اِس کے متابعات جن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۴۸۴۔ مسند حمیدی، رقم ۲۵۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۰۸۔ مسند اسحاق، رقم ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۷۵۔ مسند احمد، رقم ۲۴۰۸۱، ۲۴۵۳۶، ۲۴۵۵۶، ۲۴۵۶۳، ۲۵۶۳۱، ۲۵۸۳۹۔ صحیح بخاری، رقم ۵۹۵۴، ۶۱۰۹۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۷۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۵۶، ۵۳۵۷، ۵۳۶۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۹۳، ۹۶۹۴، ۹۶۹۵، ۹۷۰۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۴۰۹، ۴۴۶۹، ۴۵۲۴، ۴۷۲۳۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۴۷۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۹۱۷۰۔

السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۵۶، ۱۴۵۵۷، ۱۴۵۵۸، ۱۴۵۷۳۔

۲۔ کئی طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۲۴۵۶۳ میں یہاں 'یُضَاهُونَ' کے بجائے 'یُشَبِّهُونَ' کا لفظ نقل ہوا ہے۔ معنی کے اعتبار سے دونوں مترادف ہیں۔

۳۔ صحیح بخاری، رقم ۶۱۰۹ میں یہاں یہ الفاظ ہیں: 'إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ' ''قیامت کے دن جن لوگوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا، اُن میں وہ بھی ہیں جو اِس طرح کی تصویریں بناتے ہیں''۔

۴۔ سیدہ کی یہ بات معمولی تفاوت کے ساتھ اِس باب کے کئی طرق میں نقل ہوئی ہے۔

## ۱۲

عَنْ عَائِشَةَ[۱] أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى البَابِ، فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى وَإِلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[۲]، مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟" قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ القِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ[۳]"، وَقَالَ: "إِنَّ البَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ المَلَائِكَةُ".

---

سیدہ ہی سے مروی ہے کہ اُنھوں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں[۱]۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو دیکھا تو آپ دروازے ہی پر کھڑے ہو گئے، اندر داخل نہیں ہوئے اور میں نے آپ کے چہرے سے ناراضی محسوس کی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میں اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اِس پر بیٹھیں اور اِس سے ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: اِن تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اِن سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے، اِس کو زندہ کرو[2] اور فرمایا کہ جس گھر میں اِس طرح کی تصویریں ہوں، اُس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے[3]۔

---

۱۔ یعنی تکیے کے لحاظ سے بنی ہوئی تھیں، کسی تصویر والے پردے کو اِس تکیے کے لیے کاٹا نہیں گیا تھا، جیسا کہ پچھلی روایت میں مذکور ہے۔

۲۔ یہ، ظاہر ہے کہ اُن کی فضیحت کے لیے ہوگا، اِس لیے کہ وہ اُن کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے اور نافع وضار سمجھ کر اُن سے استعانت کرتے تھے۔

۳۔ یہ مضمون جن روایتوں میں بیان ہوا ہے، اُن کی وضاحت ہم ''فرشتے، تصاویر اور کتا'' کے زیر عنوان اِسی کتاب میں کر چکے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

# متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن صحیح بخاری، رقم ۲۱۰۵ سے لیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے الفاظ کے معمولی تفاوت اور اجمال و تفصیل کے کچھ فرق کے ساتھ اِس کے بقیہ طرق اِن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: موطا مالک، رقم ۱۷۳۶۔ مسند احمد، رقم ۲۴۴۱۷، ۲۴۵۱۰، ۲۵۸۶۹، ۲۶۰۹۰۔ صحیح بخاری، رقم ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۵۹۶۱، ۷۵۵۷۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۲۱۵۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۶۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۷۰۴۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۴۳۸۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۱۴۹۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۴۵۔

۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۴۳۸ میں یہاں یہ الفاظ آئے ہیں: 'أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُخْطِ اللّٰهِ وَسُخْطِ رَسُولِهِ' ''میں اِس بات سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ میں اُس کو اور اُس کے رسول کو ناراض کروں''۔

۳۔ آپ کا یہی ارشاد کسی سیاق و سباق کے بغیر کم و بیش انھی الفاظ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے۔ مثال کے طور پر السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۶۱ میں ہے: 'عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: ”إِنَّ أَصۡحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ الَّذِينَ يَصۡنَعُونَهَا يُعَذَّبُونَ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمۡ: أَحۡيُوا مَا خَلَقۡتُمۡ“‘

’’ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اِن سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا ہے، اِس کو زندہ کرو‘‘۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اِس کے متابعات جن مراجع میں نقل ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۴۹۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۱۰۔ مسند احمد، رقم ۴۴۷۵، ۴۷۰۷، ۵۱۶۸، ۵۷۶۷، ۶۰۸۴، ۶۲۶۲۔ صحیح بخاری، رقم ۵۹۵۱، ۷۵۵۸۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۸۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۷۰۲، ۹۷۰۳۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۲۰۴، ۶۰۲۱۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۶۶۔

## ۱۳

عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[۱] ”مَنۡ صَوَّرَ صُورَةً، عُذِّبَ[۲] يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ حَتّٰى يَنۡفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيۡسَ بِنَافِخٍ فِيهَا“.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی تصویر بنائی، اُسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اُس میں روح پھونکے[۱] اور وہ نہیں پھونک سکے گا۔

۱۔ یعنی جس طرح دنیا میں اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ گویا وہ کوئی ذی روح ہستی ہے جو اُس کی دعائیں سنتی اور اُس کے لیے نفع وضرر کا باعث بنتی ہے، اُسی طرح اب اُس کو ذی روح بنا کر دکھائے۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۰۵۴۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے متابعات کے مراجع یہ ہیں: السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۶۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۹۹۔ شرح معانی الآثار،

طحاوی، رقم ۶۹۴۴۔

۲۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۶۰ میں یہاں 'عُذِّبَ' ''عذاب دیا جائے گا'' کے بجائے 'کُلِّفَ' ''مجبور کیا جائے گا'' کا لفظ نقل ہوا ہے۔

## ــــ ۱۴ ــــ

عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَ:[1] كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ يُفْتِي النَّاسَ، لَا يُسْنِدُ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنْ فُتْيَاهُ حَتّٰى جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَإِنِّي أُصَوِّرُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ، [فَمَا تَقُولُ فِيهَا؟[2]]، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: ادْنُهْ – إِمَّا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا – فَدَنَا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا، يُكَلَّفُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهِ الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ [فِيهَا أَبَدًا[3]]"[4].

---

نضر بن انس کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے کسی فتوے کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیے بغیر لوگوں کو دینی مسائل میں اپنی راے دے رہے تھے۔ اتنے میں عراق کا ایک شخص اُن کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میں عراق کا رہنے والا ہوں اور اِس طرح کی تصویریں بناتا ہوں[1]، آپ اِن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُسے دو یا تین مرتبہ اپنے قریب ہونے کے لیے کہا۔ جب وہ قریب ہوگیا تو اُس سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بناتا ہے، اُسے قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ اُس میں روح پھونکے اور وہ اُس میں کبھی روح نہیں پھونک سکے گا[2]۔

---

۱۔ یعنی اپنی بنائی ہوئی تصویریں دکھا کر کہا کہ اِس طرح کی تصویریں بناتا ہوں۔



www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۲۔ اِس کی وضاحت اوپر روایت ۱۳ کے تحت ہو چکی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے اِس ارشاد کا حوالہ یہاں، ظاہر ہے، اِسی لیے دیا ہو گا کہ عراقی شخص نے جو تصویریں اُنھیں دکھائیں، وہ اُسی طرح کی ہوں گی جن کے ساتھ مشرکانہ عقائد وابستہ ہوں یا وابستہ کیے جا سکتے ہوں۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۲۱۶۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ متن کے معمولی اختلاف کے ساتھ اِس کے متابعات اِن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۴۹۱۔ مسند حمیدی، رقم ۵۴۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۱۳۔ مسند احمد، رقم ۱۸۶۶، ۲۷، ۳۲۷، ۳۳۸۳۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۶۰۱۔ صحیح بخاری، رقم ۵۹۶۳، ۷۰۴۲۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۱۰۔ سنن ابی داود، رقم ۵۰۲۴۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۵۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۵۸، ۵۳۵۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۹۷، ۹۶۹۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۶۸۵، ۵۶۸۶۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۱۸۵۵، ۱۱۹۲۳، ۱۱۹۶۰، ۱۲۹۰۰۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۶۹، ۱۴۵۷۲۔

۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۹۷۔

۳۔ جامع معمر بن راشد، رقم ۱۹۴۹۱۔

۴۔ مسند احمد، رقم ۳۳۸۳ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے آپ کا یہ ارشاد اِس اسلوب میں نقل ہوا ہے: ''مَنْ صَوَّرَ صُورَةً، كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَّنْفُخَ فِيهَا، وَعُذِّبَ وَلَنْ يَّنْفُخَ فِيهَا'' ''جو شخص کوئی تصویر بناتا ہے، اُسے قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ اُس میں روح پھونکے اور اُسے عذاب دیا جائے گا۔ وہ اُس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا''۔ مسند حمیدی، رقم ۵۴۱ میں یہ الفاظ ہیں: ''مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ أَنْ يَّنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِفَاعِلٍ'' ''جو شخص کوئی تصویر بناتا ہے، اُسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا کہ اُس میں روح پھونکے، لیکن وہ ایسا نہیں کر پائے گا''، جب کہ بعض طرق، مثلاً سنن ابی داود، رقم ۵۰۲۴ میں یہی مضمون اِن الفاظ میں روایت ہوا ہے: ''مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ'' ''جو شخص کوئی تصویر بناتا ہے، قیامت کے دن اُس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے عذاب دے گا، یہاں تک کہ وہ اُس میں روح پھونکے اور وہ نہیں پھونک سکے گا''۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## ۱۵

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ:[1] كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، إِنِّي رَجُلٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي، وَإِنِّي أَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيرَ؟ قَالَ: فَإِنِّي لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، [سَمِعْتُهُ يَقُولُ[2]]: "مَنْ صَوَّرَ صُورَةً، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى مُعَذِّبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا"، قَالَ: فَرَبَا لَهَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً، فَاصْفَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَيْحَكَ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ، فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سعید بن ابی حسن کی روایت ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے اُن سے سوال کیا۔ اُس نے کہا: اے ابن عباس، میں اِس طرح کی تصویریں بناتا ہوں اور میرا ذریعۂ معاش میرے ہاتھ کی یہی صنعت ہے۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے کوئی تصویر بنائی، قیامت کے دن اللہ اُس کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور نہیں چھوڑے گا، یہاں تک کہ وہ اُس میں روح پھونکے اور وہ کبھی اُس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ یہ سن کر اُس شخص کی حالت غیر ہوگئی، اُس کا سانس چڑھنے لگا اور اُس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ابن عباس نے یہ دیکھا تو فرمایا: تم پر افسوس، بندۂ خدا، اگر تمھارا اِس کے بغیر گزارا نہیں تو اِس درخت کی تصویر بنالو یا کسی ایسی چیز کی بنالو جس میں روح نہ ہو۔[1]

---

۱۔ پیچھے کے مباحث سے واضح ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات اگر فرمائی ہے تو غالباً اِسی لیے فرمائی ہے کہ مشرکانہ جذبات بالعموم ذی روح ہستیوں ہی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اِس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں اور

نہیں ہو سکتے کہ تصویر کی حرمت اُس کے ذی روح ہونے کی وجہ سے ہے۔ روایت ۱ کے تحت ہم اِس کے دلائل کی تفصیل کر چکے ہیں۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۳۳۹۴ سے لیا گیا ہے۔ کم وبیش اِنھی الفاظ کے ساتھ اِس واقعے کے متابعات اِن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: صحیح بخاری، رقم ۲۲۲۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۵۷۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۴۸۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۲۷۷۲، ۱۲۷۷۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۵۷۹۔

۲۔ صحیح بخاری، رقم ۲۲۲۵۔

## ۱۶

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ:[1] جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ، إِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هٰذِهِ الصُّوَرَ، وَأَصْنَعُ هٰذِهِ الصُّوَرَ، فَأَفْتِنِي فِيهَا، قَالَ: ادْنُ مِنِّي، فَدَنَا مِنْهُ، فقَالَ: ادْنُ مِنِّي، فَدَنَا مِنْهُ حَتّٰى وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهِ، قَالَ: أُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ تُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ“، [وقَالَ:[2]] فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَاجْعَلِ[3] الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ.

---

اِنھی سعید بن ابی حسن کا بیان ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابو عباس، میں ایک مصور ہوں اور اِس طرح کی تصویریں بناتا ہوں، مجھے اِن کے بارے میں فتویٰ دیجیے۔ ابن عباس نے کہا: میرے قریب ہو جاؤ، وہ قریب ہوا تو کہا: اور قریب ہو جاؤ۔ وہ اور قریب ہو گیا، یہاں تک کہ اُنھوں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میں تمھیں وہ بات بتاتا ہوں جو

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ ہر تصویریں بنانے والا دوزخ میں جائے گا۔[2] پھر اُس نے جتنی تصویریں بنائی ہوں گی، اتنے ہی اشخاص پیدا کیے جائیں گے جو اُس کو دوزخ میں عذاب دیں گے۔ اور فرمایا: سو تمھارا اگر اِس کے بغیر گزارا نہیں تو درخت کی تصویر بنالو یا کسی ایسی چیز کی جس میں روح نہ ہو۔[3]

---

۱۔ یہ خاص شفقت کا انداز ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ سائل وہ بات سننے کے لیے تیار ہو جائے جو اُس کے لیے گراں ہو سکتی ہے۔

۲۔ یعنی اُس طرح کی تصویریں بنانے والا جو کسی مشرکانہ عقیدے کے تحت بنائی جائیں، جیسا کہ پیچھے وضاحت ہو چکی ہے۔

۳۔ اِس لیے کہ اِس طرح کی چیزوں کے ساتھ مشرکانہ جذبات بالعموم وابستہ نہیں ہوتے۔ تاہم کسی جگہ وابستہ ہو گئے ہوں تو اِن کی تصویروں کا حکم بھی وہی ہو گا جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اِس واقعے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بیان کیا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۸۱۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ کم و بیش اِنھی الفاظ کے ساتھ اِس واقعے کا متن صحیح مسلم، رقم ۲۱۱۰ میں بھی روایت ہوا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۱۰۔

۳۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۱۰ میں یہاں 'فَاجْعَلْ' کے بجائے 'فَاصْنَعْ' کا لفظ نقل ہوا ہے۔ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

### — ۱۷ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[1] "يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ، فَيَقُولُ: أَلَا يَتْبَعُ

كُلُّ إِنُسَانٍ مَا كَانُوا يَعُبُدُونَ؟ فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيبِ صَلِيبُهُ، وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيرِ تَصَاوِيرُهُ، وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ، فَيَتُبَعُونَ مَا كَانُوا يَعُبُدُونَ...".

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں لوگوں کو جمع کرے گا۔ پھر جہانوں کا پروردگار یکا یک سامنے آ کر فرمائے گا: کیا سب لوگ اپنے معبودوں کے پیچھے کھڑے نہیں ہوں گے؟ چنانچہ صلیب پوجنے والوں کے لیے صلیب، مورتیں پوجنے والوں کے لیے مورتوں اور آگ کی پرستش کرنے والوں کے لیے آگ کو ممثل کر دیا جائے گا اور وہ اپنے معبودوں کے پیچھے ہو جائیں گے۔[1]

۱۔ یہ روایت اُسی مدعا کو مزید واضح کر دیتی ہے جو ہم نے اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے سمجھا ہے کہ تصویروں کی ممانعت جو کچھ بھی روایتوں میں بیان ہوئی ہے، وہ اُن کی عبادت اور اُن سے متعلق مشرکانہ جذبات ہی کی بنا پر ہوئی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن سنن ترمذی، رقم ۲۵۵۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے باقی طرق ابن خزیمہ، التوحید واثبات صفات الرب، رقم ۱۲۳ اور ۲۵۱ میں اور ابن مندہ، کتاب الایمان، رقم ۸۱۵ میں دیکھ لیے جا سکتے ہے۔

### ۱۸

عَنُ أَبِيُ سَعِيدٍ الُخُدُرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ: "... يَجُمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوُمَ الُقِيَامَةِ فِيُ صَعِيدٍ وَاحِدٍ، قَالَ: فَيُقَالُ: مَنُ كَانَ يَعُبُدُ شَيُئًا فَلُيَتُبَعُهُ، قَالَ: فَيَتُبَعُ الَّذِينَ كَانُوا يَعُبُدُونَ الشَّمُسَ الشَّمُسَ فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، وَيَتُبَعُ الَّذِينَ كَانُوا يَعُبُدُونَ الُقَمَرَ الُقَمَرَ فَيَتَسَاقَطُونَ

فِي النَّارِ، وَيَتْبَعُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ الْأَوْثَانَ، وَالَّذِينَ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْأَصْنَامَ الْأَصْنَامَ فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ، قَالَ: وَكُلُّ مَنْ كَانَ يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَتّٰى يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ...".

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں لوگوں کو جمع کرے گا۔ آپ نے فرمایا: اِس کے بعد اُن سے کہا جائے گا کہ ہر شخص اپنے معبود کے پیچھے چلے۔ فرمایا کہ پھر جو لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے، وہ اُس کے پیچھے چلیں گے اور پے در پے جہنم میں جا گریں گے اور چاند کو پوجنے والے اُس کے پیچھے چلیں گے اور پے در پے دوزخ میں گر جائیں گے اور بتوں اور مورتوں کے پوجنے والے اُن کے پیچھے چل کر پے در پے جہنم میں جا پڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: خدا کے سوا ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جاتی تھی، وہ اپنے پیروؤں کو لے کر چلے گی، یہاں تک کہ وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے۔[1]

۱۔ یہ اُسی مضمون کی وضاحت ہے جو سورۂ انبیا (۲۱) کی آیت ۹۸ میں بیان ہوا ہے: '﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾' ''تم اور تمھارے معبود جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے رہے ہو، اب جہنم کا ایندھن ہیں''۔ بتوں اور مورتوں کی مذمت جس پہلو سے ہوئی ہے، وہ اِس روایت سے بھی واضح ہے۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۱۱۲۷ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے متابعات اِن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مسند احمد، رقم ۱۱۱۲۷۔ السنۃ، ابن ابی عاصم، رقم ۶۳۴۔ التوحید واثبات صفات الرب، ابن خزیمہ، رقم ۲۴۶۔

### ۱۹

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ،[1] أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَبِي طَلْحَةَ



www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الْأَنْصَارِيِّ يَعُودُهُ. قَالَ: فَوَجَدَ عِنْدَهُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، فَدَعَا أَبُو طَلْحَةَ إِنْسَانًا. فَنَزَعَ نَمَطًا مِنْ تَحْتِهِ. فَقَالَ لَهُ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ: لِمَ تَنْزِعُهُ؟ قَالَ: لِأَنَّ فِيهِ تَصَاوِيرَ. وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مَا قَدْ عَلِمْتَ. فَقَالَ سَهْلٌ: أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِلَّا مَا كَانَ رَقْمًا فِي ثَوْبٍ"؟ قَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنَّهُ أَطْيَبُ لِنَفْسِي.

---

عتبہ بن مسعود کے پوتے اور عبداللہ کے بیٹے عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے اُن کے ہاں گئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ سہل بن حنیف اُن کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر ہوا یہ کہ ابوطلحہ نے کسی شخص کو بلایا اور اُس نے اُن کے نیچے سے بچھونا کھینچ لیا۔ سہل بن حنیف نے پوچھا: کیوں کھینچتے ہو؟ ابوطلحہ نے جواب دیا: اِس لیے کہ اُس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ تمھیں معلوم ہی ہے۔ اِس پر سہل نے کہا: کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ سوائے اُن کے جو کپڑوں میں نقش ہوں[1]؟ ابوطلحہ نے کہا: ہاں، لیکن مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے[2]۔

---

۱۔ یہ معلوم ہے کہ کپڑے پہننے یا بچھا کر بیٹھنے کی چیز ہیں، لہٰذا اُن میں منقوش تصویروں میں بھی وہ علت بالعموم باقی نہیں رہتی جس کی بنا پر اُنھیں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ یہ اُنھوں نے اپنا ذوق بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حرج نہیں، لیکن مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اِس طرح کے بچھونوں پر بھی کوئی تصویر گھر میں نہ رکھوں۔

## متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن موطا مالک، رقم ۷۷۸ سے لیا گیا ہے۔ عبیداللہ سے اِس کے متابعات جن مصادر میں نقل

ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۵۹۷۹۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۵۰۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۳۴۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۸۱۔ مسند رویانی، رقم ۹۸۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۴۷۳۱۔

عبیداللہ ہی سے یہ واقعہ بعض طرق میں معلومات کے کچھ فرق کے ساتھ اِس طرح بھی روایت ہوا ہے: 'عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ نَعُودُ أَبَا طَلْحَةَ فِي شَكْوَى فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَتَحْتَهُ بُسُطٌ فِيهَا صُوَرٌ، قَالَ: انْزِعُوا هٰذَا مِنْ تَحْتِي، فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: أَوَمَا سَمِعْتَ يَاأَبَا طَلْحَةَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ نَهَى عَنِ الصُّوَرِ يَقُولُ: "إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ، أَوْ ثَوْبٌ فِيهِ رَقْمٌ"، قَالَ: بَلٰى، وَلَكِنَّهُ أَطْيَبُ لِنَفْسِي أَنْ أَنْزِعَهُ مِنْ تَحْتِي' ''عتبہ کے پوتے اور عبداللہ کے بیٹے عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ایک موقع پر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ علیل تھے۔ چنانچہ میں اور عثمان بن حنیف عیادت کے لیے اُن کے ہاں گئے۔ ہم اُن کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اُن کے بچھونے میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ابوطلحہ نے کہا: اِس کو میرے نیچے سے کھینچ لو۔ اِس پر عثمان نے اُن سے کہا: ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں سے منع کرتے ہوئے جو فرمایا تھا، کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ سوائے اُن کے جو کپڑوں میں نقش ہوں؟ ابوطلحہ نے کہا: ہاں، لیکن مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اِس کو نیچے سے کھینچ لوں'' (السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۶۸۰)۔

الفاظ کے معمولی تفاوت کے ساتھ یہ واقعہ اِسی تفصیل کے ساتھ اِن مراجع میں بھی دیکھ لیا جا سکتا ہے: مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۴۴۰۔ شرح معانی الآثار، طحاوی، رقم ۶۹۳۳۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۴۷۳۲۔

## ۲۰

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:[1] كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ يَأْتِينِي صَوَاحِبِي [فَيَلْعَبْنَ مَعِي[2]]، فَكُنَّ إِذَا رَأَيْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقَمِعْنَ[3] مِنْهُ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ[4] يَلْعَبْنَ مَعِي[5].

---

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے گڑیوں سے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلنے کے لیے آ جاتی تھیں۔ پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو آپ سے چھپنے کی کوشش کرتی تھیں، لیکن آپ اُنھیں میرے پاس بھیج دیتے تھے، پھر وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں[1]۔

۱۔ مطلب یہ ہے کہ گڑیاں بھی اگرچہ ذی ارواح کی بنائی جاتیں اور ایک طرح کے مجسموں ہی کی صورت میں ہوتی ہیں، لیکن آپ اُن پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے، جیسا کہ اگلی روایتوں میں تصریح ہے۔ اوپر کی توضیحات سے واضح ہے کہ اُن پر اعتراض کی کوئی وجہ بھی نہیں ہوسکتی تھی، اِس لیے کہ اُن میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں تھا اور نہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ سیدہ کے اِن کے ساتھ کھیلنے پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ دیہات کی زندگی سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ اِس طرح کی گڑیوں سے بڑی عمر کی لڑکیاں بھی بالعموم کھیلتی اور گھر در کے معاملات کو اُن کے ساتھ کھیلتے ہوئے، بالکل اُسی طرح ممثل کرتی ہیں، جس طرح ہمارے اِس زمانے میں ڈراموں اور تماثیل میں کیا جاتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن اصلاً مسند احمد، رقم ۲۵۹۶۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی بھی تنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ متن کے معمولی اختلاف کے ساتھ اِس کے باقی طرق اِن مصادر میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں: مسند اسحاق، رقم ۸۳ا، ۸۴ا۔ مسند احمد، رقم ۲۴۲۹۸۔ صحیح بخاری، رقم ۶۱۳۰۔ صحیح مسلم، رقم ۲۴۴۰۔ سنن ابی داود، رقم ۴۹۳۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۸۸۹۷، ۸۸۹۸، ۸۹۰۰۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۶۳، ۵۸۶۵، ۵۸۶۶۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۲۷۹، ۲۸۰۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۹۸۱۔

۲۔ مسند احمد، رقم ۲۴۲۹۸۔

۳۔ بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۶۱۳۰ میں یہاں 'يَنْقَمِعْنَ' کے بجائے 'يَتَقَمَّعْنَ' کا لفظ نقل ہوا ہے۔ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۴۔ مسند احمد، رقم ۲۴۲۹۸ میں یہاں 'يُدْخِلُهُنَّ عَلَيَّ' کے الفاظ ہیں، جو کہ معنی کے اعتبار سے مترادف ہی ہیں۔

۵۔ سنن ابی داود، رقم ۴۹۳۱ میں یہ روایت اِن الفاظ میں نقل ہوئی ہے: 'عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي الْجَوَارِي، فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ،

وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ‘‘ ’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں: میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لے آتے اور میری پاس میری سہیلیاں بیٹھی ہوتی تھیں۔ چنانچہ جب آپ تشریف لاتے تو وہ باہر چلی جاتی تھیں اور جب آپ تشریف لے جاتے تو وہ پھر سے اندر آ جاتی تھیں‘‘۔

## ۲۱

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ، وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ، فَقَالَ: ”مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ“؟ قَالَتْ: بَنَاتِي، وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ، فَقَالَ: ”مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ“؟ قَالَتْ: فَرَسٌ، قَالَ: ”وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ“؟ قَالَتْ: جَنَاحَانِ، قَالَ: ”فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ“؟ قَالَتْ: أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ: فَضَحِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا خیبر سے لوٹ کر آئے۔ اُن کے گھر کے طاق میں پردہ پڑا تھا۔ ہوا جو چلی تو اُس نے پردے کا ایک کونا اٹھا دیا جس سے اُن کے کھیلنے کی گڑیاں سامنے دکھائی دینے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عائشہ، یہ کیا ہیں؟ اُنھوں نے کہا: میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے دیکھا، اُن کے درمیان ایک گھوڑا تھا، جس کے کپڑے کے دو پر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا: یہ میں اِن گڑیوں کے بیچ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ اُنھوں نے کہا: گھوڑا ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ اِس کے اوپر کیا لگے ہیں؟ اُنھوں نے کہا: دو پر ہیں۔ آپ نے پوچھا: گھوڑا اور اُس کے دو پر؟ اُنھوں نے جواب دیا: آپ نے نہیں سنا، سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے؟ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس دیے، یہاں

تک کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں کھلی ہوئی دیکھیں۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن اصلاً سنن ابی داود، رقم ۴۹۳۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی تنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اِس کے متابعات کے مراجع یہ ہیں: السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۸۹۰۱۔ النفقۃ علی العیال، ابن ابی الدنیا، رقم ۵۵۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۶۴۔ الآداب، بیہقی، رقم ۶۲۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۲۰۹۸۲۔

## ۲۲

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ: ”مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ ذٰلِكَ“، قَالَتْ: فَكُنَّا [بَعْدَ ذٰلِكَ[۲]] نَصُومُهُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ، وَنَذْهَبُ بِهِمْ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكٰى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ حَتّٰى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ. وَعَنْهَا فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ، قَالَتْ: [فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ، أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتّٰى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ][۳].

---

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورا کی صبح مدینہ کے گرد انصار کی بستیوں میں پیغام بھیجا کہ جس کی صبح روزے کے ساتھ ہوئی ہے، وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جو روزے سے نہیں ہے، وہ باقی دن کا روزہ رکھ لے۔ ربیع کا بیان ہے کہ اِس کے بعد ہم خود بھی اِس دن کا روزہ رکھتے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ ہم اُن کو مسجد میں بھی ساتھ لے کر جاتے اور اُن کے لیے رنگی ہوئی اون کی گڑیاں بنا لیتے تھے۔ پھر جب اُن میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو اُن میں سے کوئی گڑیا اُسے دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا تھا۔

بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ ربیع نے بتایا: پھر جب وہ کھانا مانگتے تو ہم اُنھیں یہ گڑیاں دے دیتے کہ وہ اُن سے بہلے رہیں، یہاں تک کہ اپنا روزہ پورا کر لیں۔

# متن کے حواشی

۱۔ اِس واقعے کا متن اصلاً صحیح ابن حبان، رقم ۳۶۲۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کی راوی تنہا ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اِس کے متابعات جن مراجع میں دیکھ لیے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں: صحیح بخاری، رقم ۱۹۶۰۔ صحیح مسلم، رقم ۱۱۳۶۔ النفقۃ علی العیال، ابن ابی الدنیا، رقم ۳۰۵۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۲۹۷۰۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۷۰۰۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۸۴۰۸۔ شعب الایمان، بیہقی، رقم ۳۴۹۹۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۸۹۹۵۔

۲۔ صحیح مسلم، رقم ۱۱۳۶۔

۳۔ صحیح مسلم، رقم ۱۱۳۶۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

# المصادر والمراجع

ابن أبي أسامة أبو محمد الحارث بن محمد بن داهر التميمي البغدادي. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث.** ط١. تحقيق: د. حسين أحمد صالح الباكري. المدينة المنورة: مركز خدمة السنة والسيرة النبوية.

ابن أبي الدنيا أبو بكر عبد الله بن محمد البغدادي. (١٤١٠هـ/١٩٩٠م). **النفقة على العيال.** ط١. تحقيق: د نجم عبد الرحمن خلف. الدمام: دار ابن القيم.

ابن أبي شيبة أبو بكر عبد الله بن محمد العبسي. (١٩٩٧م). **المسند.** ط١. تحقيق: عادل بن يوسف العزازي وأحمد بن فريد المزيدي. الرياض: دار الوطن.

ابن أبي شيبة أبو بكر عبد الله بن محمد العبسي. (١٤٠٩هـ). **المصنف في الأحاديث والآثار.** ط١. تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن أبي عاصم أبو بكر أحمد بن عمرو الشيباني. (١٤١١هـ/١٩٩١م). **الآحاد والمثاني.** ط١.

تحقيق: د. باسم فيصل أحمد الجوابرة. الرياض: دار الراية.

ابن أبي عاصم أبو بكر أحمد بن عمرو الشيباني. (١٤٠٠هـ). **السنة**. ط١. تحقيق: محمد ناصر الدين الألباني. بيروت: المكتب الإسلامي.

ابن الجعد علي بن الجعد بن عبيد الجَوْهَري البغدادي. (١٤١٠هـ/١٩٩٠م). **المسند**. ط١. تحقيق: عامر أحمد حيدر. بيروت: مؤسسة نادر.

ابن حبان أبو حاتم محمد بن حبان البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **الصحيح**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حبان أبو حاتم محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٦هـ). **المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين**. ط١. تحقيق: محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **تقريب التهذيب**. ط١. تحقيق: محمد عوامة. سوريا: دار الرشيد.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **تهذيب التهذيب**. ط١. بيروت: دار الفكر.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري**. د.ط. بيروت: دار المعرفة.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (٢٠٠٢م). **لسان الميزان**. ط١. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. د.م: دار البشائر الإسلامية.

ابن حجر أحمد بن علي العسقلاني. (١٤١٩هـ). **المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية**. ط١. تحقيق: (١٧) رسالة علمية قدمت لجامعة الإمام محمد بن سعود. تنسيق: د. سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشثري. السعودية: دار العاصمة.

ابن خزيمة أبو بكر محمد بن إسحاق النيسابوري. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **كتاب التوحيد وإثبات صفات الرب**. ط٥. تحقيق: عبد العزيز بن إبراهيم الشهوان. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن خزيمة أبو بكر محمد بن إسحاق النيسابوري. (د.ت). **الصحيح**. د.ط. تحقيق: د.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد مصطفى الأعظمي. بيروت: المكتب الإسلامي.

ابن راهويه إسحاق بن إبراهيم الحنظلي المروزي. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **المسند.** ط١. تحقيق: د. عبد الغفور بن عبد الحق البلوشي. المدينة المنورة: مكتبة الإيمان.

ابن ماجه أبو عبد الله محمد القزويني. (د.ت). **السنن.** تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. د.م: دار إحياء الكتب العربية.

ابن المَلَك محمد بن عز الدين الرومي الكرماني الحنفي. (١٤٣٣هـ/٢٠١٢م). **شرح مصابيح السنة للإمام البغوي.** ط١. تحقيق ودراسة: لجنة مختصة من المحققين بإشراف نور الدين طالب. د.ن: إدارة الثقافة الإسلامية.

ابن منده أبو عبد الله محمد بن إسحاق العبدي. (١٤٠٦هـ). **الإيمان.** ط٢. تحقيق: د. علي بن محمد بن ناصر الفقيهي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني. (د.ت). **السنن.** د.ط. تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد. بيروت: المكتبة العصرية.

أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفراييني النيسابوري. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **المستخرج.** ط١. تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي. بيروت: دار المعرفة.

أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **معرفة الصحابة.** ط١. تحقيق: عادل بن يوسف العزازي. الرياض: دار الوطن للنشر.

أبو يعلي أحمد بن علي التميمي الموصلي. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **المسند.** ط١. تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل أبو عبد الله الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند.** ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

البخاري محمد بن إسماعيل أبو عبد الله الجعفي. (١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح.** ط١. تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

البزار أبو بكر أحمد بن عمرو العتكي. (٢٠٠٩م). **المسند.** ط١. تحقيق: محفوظ الرحمن

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

زين الله، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق الشافعي. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **الآداب**. ط١. تعليق: أبو عبد الله السعيد المندوه. بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٠هـ/١٩٨٩م). **السنن الصغرى**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. كراتشي: جامعة الدراسات الإسلامية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤٢٤هـ /٢٠٠٣م). **السنن الكبرى**. ط٣. تحقيق: محمد عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤٢٣هـ/٢٠٠٣م). **شعب الإيمان**. ط١. تحقيق: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد. الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع.

البيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **معرفة السنن والآثار**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. القاهرة: دار الوفاء.

الترمذي أبو عيسى محمد بن عيسى. (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **السنن**. ط٢. تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر، ومحمد فؤاد عبد الباقي، وإبراهيم عطوة عوض. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي.

تمام بن محمد أبو القاسم الرازي البجلي. (١٤١٢هـ). **الفوائد**. ط١. تحقيق: حمدي عبد المجيد السلفي. الرياض: مكتبة الرشد.

الحاكم أبو عبد الله محمد بن عبد الله النيسابوري. (١٤١١هـ/١٩٩٠م). **المستدرك على الصحيحين**. ط١. تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا. بيروت: دار الكتب العلمية.

الحميدي أبو بكر عبد الله بن الزبير القرشي الأسدي. (١٩٩٦م). **المسند**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الداراني. دمشق: دار السقا.

الخطابي أبو سليمان حمد بن محمد الخطاب البستي. (١٣٥١هـ/١٩٣٢م). **معالم السنن**. ط١. حلب: المطبعة العلمية.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الذهبي شمس الدين أبو عبد اللّٰہ محمد بن أحمد. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **سير أعلام النبلاء.** ط٣. تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط. د.م: مؤسسة الرسالة.

الذهبي شمس الدين أبو عبد اللّٰہ محمد بن أحمد. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة.** ط١. تحقيق: محمد عوامة أحمد محمد نمر الخطيب. جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية - مؤسسة علوم القرآن.

الرُّوياني أبو بكر محمد بن هارون. (١٤١٦هـ). **المسند.** ط١. تحقيق: أيمن علي أبو يماني. القاهرة: مؤسسة قرطبة.

السيوطي جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر. (١٤١٦هـ/١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج.** ط١. تحقيق وتعليق: أبو اسحق الحويني الأثري. الخبر: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الطبراني أبو القاسم سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الأوسط.** د.ط. تحقيق: طارق بن عوض اللّٰہ بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني. القاهرة: دار الحرمين.

الطبراني أبو القاسم سليمان بن أحمد الشامي. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **المعجم الصغير.** ط١. تحقيق: محمد شكور محمود الحاج أمرير. بيروت: المكتب الإسلامي.

الطبراني أبو القاسم سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الكبير.** ط٢. تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. القاهرة: مكتبة ابن تيمية.

الطحاوي أبو جعفر أحمد بن محمد الأزدي المصري. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **شرح معاني الآثار.** ط.١. تحقيق: محمد زهري النجار ومحمد سيد جاد الحق. د.م: عالم الكتب.

الطيالسي أبو داود سليمان بن داود البصري. (١٤١٩هـ/١٩٩٩م). **المسند.** ط١. تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي. مصر: دار هجر.

الطيبي شرف الدين الحسين بن عبد اللّٰہ. (١٤١٧هـ/١٩٩٧م). **الكاشف عن حقائق السنن المعروف بـــ شرح الطيبي على مشكاة المصابيح.** ط١. تحقيق: د. عبد الحميد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

هنداوي. مكة المكرمة: مكتبة نزار مصطفى الباز.

عبد الحميد بن حميد بن نصر الكَسّي. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **المنتخب من مسند عبد بن حميد.** ط١. تحقيق: صبحي البدري السامرائي، محمود محمد خليل الصعيدي. القاهرة: مكتبة السنة.

العيني بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد الغيتابي الحنفي. (١٤٢٠هـ/١٩٩٩م). **شرح سنن أبي داود.** ط١. تحقيق: أبو المنذر خالد بن إبراهيم المصري. الرياض: مكتبة الرشد.

العيني بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد الغيتابي الحنفي. د.ت. **عمدة القاري شرح صحيح البخاري.** د.ط. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

القاضي عياض بن موسى أبو الفضل اليحصبي. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **إكمال المعلم بفوائد مسلم.** ط١. تحقيق: الدكتور يحيى إسماعيل. مصر: دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع.

الكشميري محمد أنور شاه بن معظم شاه الهندي ثم الديوبندي. (١٤٢٦هـ/٢٠٠٥م). **فيض الباري على صحيح البخاري.** ط١. تحقيق: محمد بدر عالم الميرتهي. بيروت: دار الكتب العلمية.

مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني. (١٤٢٥هـ/٢٠٠٤م). **الموطا.** ط١. تحقيق: محمد مصطفى الأعظمي. أبو ظبي: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية.

مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني. (١٤١٢هـ). **الموطا** (رواية أبي مصعب الزهري). د.ط. تحقيق: بشار عواد معروف ومحمود خليل. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مسلم بن الحجاج النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح.** د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

المُظهري الحسين بن محمود مظهر الدين الكوفي الشيرازي الحنفي. (١٤٣٣هـ/ ٢٠١٢م). **المفاتيح في شرح المصابيح.** ط١. تحقيق ودراسة: لجنة مختصة من المحققين

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بإشراف نور الدين طالب. وزارة الأوقاف الكويتية: دار النوادر، وهو من إصدارات إدارة الثقافة الإسلامية.

معمر بن أبي عمرو راشد الأزدي البصري. (١٤٠٣هـ). **الجامع**. ط٢. تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي. بيروت:توزيع المكتب الإسلامي.

الملا القاري علي بن سلطان محمد أبو الحسن الهروي. (١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م). **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح**. ط١. بيروت: دار الفكر.

المناوي زين الدين محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين القاهري. (١٤٠٨هـ/١٩٨٨م). **التيسير بشرح الجامع الصغير**. ط٣. الرياض: مكتبة الإمام الشافعي.

المناوي زين الدين محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين القاهري. (١٣٥٦هـ). **فيض القدير شرح الجامع الصغير**. ط١. مصر: المكتبة التجارية الكبرى.

موسى شاهين لاشين. (١٤٢٣هـ/٢٠٠٢م). **فتح المنعم شرح صحيح مسلم**. ط١. د.م: دار الشروق.

النسائي أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرى**. ط٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **السنن الكبرى**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن عبد المنعم شلبي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

النووي يحيى بن شرف أبو زكريا. (١٤٢٨هـ/٢٠٠٧م). **الإيجاز في شرح سنن أبي داود**. ط١. تقديم وتعليق وتخريج: أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان. عمان – الأردن: الدار الأثرية.

النووي يحيى بن شرف أبو زكريا. (١٣٩٢هـ). **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**. ط٢. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

# سیر و سوانح

محمد وسیم اختر مفتی

# ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۷)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## حضرت علی کی شہادت

حضرت عائشہ کو حضرت علی کی شہادت کی خبر ملی تو معقر بن اوس کا یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاها و استقر بها النوى ‌‌ ‌ كما قر عينًا بالاياب المسافر

''اس عورت نے اپنی لاٹھی ٹیک دی (یعنی سامان سفر رکھ دیا) اور اسے منزل مل گئی جیسے گھر لوٹ آنے سے مسافر کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے۔''

پھر پوچھا: انھیں کس نے شہید کیا؟ بتایا گیا: بنومراد کے ایک شخص (ابن ملجم) نے تو کہا:

فإن يك نائيًا فلقد نعاه ‌ ‌ ‌ غلام ليس في فيه التراب

''اگر وہ دور تھے تو ان کی وفات کی خبر ایک لڑکا (سفیان بن عبد شمس) لے آیا، افسوس ہے کہ کسی نے اس کے منہ میں خاک نہ بھری۔''

اس پر حضرت زینب بنت ابوسلمہ نے کہا: کیا یہ آپ علی کے بارے میں کہہ رہی ہیں؟ فرمایا: میں سب واقعات بھول گئی ہوں۔ جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

حضرت علی کی شہادت کے بعد مشہور تابعی عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ سے ملنے آئے۔ حضرت علی کی شہادت

کے وقت وہ کوفہ میں تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: مجھے سچ سچ بتاؤ، کن لوگوں نے علی کو شہید کیا؟ انھوں نے بتایا: حضرت علی نے جب حضرت معاویہ سے معاہدہ کر کے فیصلہ دو ثالثوں کے ہاتھ میں دے دیا تو آٹھ ہزار خارجی (دوسری روایت: بارہ ہزار) کوفہ کے مضافات میں حرورا کے مقام پر جمع ہو گئے۔ انھوں نے الزام لگایا کہ حضرت علی نے اللہ کی پہنائی ہوئی خلعت خلافت اتار دی ہے اور اللہ کے حکم 'اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ'، ''حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں'' (یوسف ۱۲: ۴۰) کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان کا مقدمہ سن کر حضرت علی نے اعلان کر دیا: وہی شخص ان سے ملنے آئے جسے قرآن یاد ہو۔ جب ان کا گھر قاریوں سے بھر گیا تو انھوں نے بڑے مصحف کو سامنے رکھ کر کہا: اے مصحف، لوگوں کو بتا دے۔ لوگ حیران ہوئے کہ اوراق اور سیاہی کیا بتا سکتے ہیں؟ تب انھوں نے سورۂ نساء کی یہ آیت پڑھی: 'وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا'، ''اگر تمھیں میاں اور بیوی کے درمیان بگاڑ کا خدشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث بیوی کے گھر والوں میں سے مقرر کر دو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان سازگاری پیدا کر دے گا'' (۴: ۳۵)۔ یہ تو دو میاں بیوی کا معاملہ تھا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت ان سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے اسوہ ہے، آپ نے بھی تو حدیبیہ کا عہد نامہ تحریر کرایا۔ حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو خارجیوں کے پاس بھیجا۔ تین دن حضرت ابن عباس کے دلائل سننے کے بعد چار ہزار خارجی تائب ہوئے۔ حضرت علی نے باقی خوارج کو پیغام بھیجا کہ خوں ریزی اور راہ زنی سے اجتناب کریں، ورنہ جنگ کے لیے تیار رہیں۔ حضرت عائشہ نے ساری بات سننے کے بعد پوچھا: تب انھوں نے علی کو قتل کر دیا؟ پھر سوال کیا: کیا تم نے پستان والے شخص کو دیکھا؟ عبداللہ بن شداد نے کہا: میں حضرت علی کی معیت میں گیا اور اسے مقتولوں میں پڑا پایا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: تب علی نے کیا کہا؟ انھوں نے کہا: 'صدق اللّٰہ و صدق رسولہ' حضرت عائشہ نے پھر سوال کیا: تم نے ان سے 'صدق اللّٰہ و صدق رسولہ' کے علاوہ کوئی کلمہ سنا؟ عبداللہ بن شداد نے کہا: نہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: اللہ علی پر رحم کرے، انھیں کوئی چیز بھاتی تو یہی کلمہ کہتے۔

خوارج کا فتنہ برپا ہونے سے پہلے حضرت علی فرمان رسول سنایا کرتے تھے کہ ایک گروہ دین سے اس طرح خارج ہو جائے گا، جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ اس گروہ میں ایک ایسا شخص شامل ہو گا جس کا ہاتھ پیدایشی طور پر ناقص ہو گا۔ جنگ نہروان کے اختتام پر حضرت علی نے خوارج کی لاشوں میں سے اس نشانی کے حامل شخص کی خود تلاش کی، جوروان کے کنارے پچاس لاشوں میں پھنسی ہوئی اس کی نعش پڑی تھی۔ بازو کی جگہ گوشت کا ایک لوتھڑا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لٹک رہا تھا جو عورت کی چھاتی سے مماثلت رکھتا تھا، پستان پر چند بال بھی تھے۔ اسے پکڑ کر کھینچا گیا تو دوسرے بازو جتنا لمبا ہو گیا اور چھوڑنے پر کندھے سے چپک گیا۔ حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا: میں نے جھوٹ کہا، نہ مجھے بتانے والے نبی کی بات جھوٹ تھی۔ مسروق کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کی گواہیاں اکٹھی کروں جنھوں نے پستان والے شخص کو دیکھا تھا۔ میں کوفہ میں کئی ہفتے رہا، ہر ہفتے دسیوں لوگوں نے اسے دیکھنے کی شہادت دی۔ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور فرمایا: اللہ علی پر رحم کرے، وہ حق پر تھے (دلائل النبوۃ ۶/۴۳۵)۔

## عہد معاویہ

۳۸ھ: حضرت معاویہ نے مصر کے باغی سردار عمرو بن خدیج سے خط و کتابت کر کے حضرت عمرو بن عاص کی قیادت میں چھ ہزار کا لشکر مصر بھیجا۔ حضرت علی کے مقرر کردہ مصر کے گورنر محمد بن ابوبکر نے مقابلے کے لیے دو ہزار کی فوج جمع کر کے کنانہ بن بشر کو بھیجا۔ حضرت علی نے بھی حضرت مالک بن کعب کی سالاری میں دو ہزار کی کمک بھیجی۔ حضرت عمرو بن عاص نے ایک ایک کر کے دستے بھیجے، لیکن کنانہ نے ان کو پسپا کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمرو نے معاویہ بن خدیج سے مدد طلب کی۔ دونوں نے مل کر کنانہ کا گھیراؤ کر لیا، کنانہ گھوڑے سے اترے اور تلوار چلاتے چلاتے شہید ہو گئے۔ کنانہ کی شکست دیکھ کر محمد بن ابوبکر کے بقیہ سپاہی بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ خود کو تنہا پا کر وہ بھاگ کر ویرانے میں پہنچے اور جبلہ بن مسروق کے مکان میں پناہ لی۔ حملہ آور فوجیوں نے انھیں تلاش کر لیا۔ وہ بھوکے پیاسے تھے، انھیں قتل کر کے نعش مردہ گھوڑے کی کھال میں بھر کر جلا دی اور کہا: اس نے حضرت عثمان کو اسی طرح روزے کی حالت میں پانی بند کر کے شہید کیا تھا۔ حضرت عائشہ کو اپنے بھائی کے قتل کا بہت رنج ہوا۔ انھوں نے ہر نماز کے بعد دعائے قنوت پڑھنا شروع کی جس میں حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کے لیے بددعا مانگتیں۔ محمد کے بیٹے قاسم کو انھوں نے اپنی پرورش میں لے لیا۔ چنانچہ وہ فقہاے سبعہ میں سے ایک بڑے فقیہ کی شکل میں امت کے سامنے آئے۔

۴۹ھ: حضرت حسن کو کئی بار زہر دیا گیا، لیکن بچ جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ آخری بار انھیں ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے حضرت معاویہ کے کہنے پر زہر دیا۔ اہل تاریخ کا کہنا ہے کہ حضرت معاویہ کو زہر خورانی کی کوئی ضرورت نہ تھی، حضرت حسن کی طرف سے ایسی کوئی بات نہ ہوئی تھی جس سے حضرت معاویہ کو خطرہ ہوتا۔ سیدنا حسن نے



www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت حسین کو وصیت کی کہ میری قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنائی جائے اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفنا دیا جائے۔ اپنے مرض الموت میں انھوں نے سیدہ عائشہ سے اس کی اجازت بھی لے لی تھی، لیکن گورنر مدینہ مروان نے ایسا نہ کرنے دیا۔ حضرت حسین بہت برافروختہ ہوئے، لیکن حضرت ابوہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمر نے انھیں تلقین کی کہ اس بات پر جھگڑا نہ کیا جائے۔ آخر کار جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ اور حضرت حسن کے بیٹوں کی قبروں کے درمیان ان کی تدفین ہوئی۔

۵۱ھ: حضرت معاویہ کے مقررہ گورنر کوفہ زیاد بن ابوسفیان نے حضرت حجر بن عدی کے خلاف ستر شہادتیں جمع کیں اور بغاوت کے الزام میں حضرت معاویہ کے پاس بھیجا۔ ان کے خلاف گواہی دینے والوں میں ابن سیرین اور چند تابعین شامل تھے۔ گواہوں میں حضرت حسن کا نام بھی لیا جاتا ہے، لیکن وہ اس وقت زندہ ہی نہ تھے۔ حضرت معاویہ نے انھیں قتل کرنے کا حکم جاری کیا تو حضرت حجر نے پہلے دو رکعت نفل ادا کیے۔ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو عبدالرحمٰن بن حارث کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ حضرت حجر کو چھوڑ دیا جائے، لیکن تب تک ان کی گردن اڑائی جا چکی تھی۔ بعد میں حضرت معاویہ حضرت عائشہ سے ملنے گئے تو انھوں نے اس فعل پر ملامت کی۔ حضرت معاویہ نے جواب دیا کہ ان کے خلاف گواہی دینے والے ان کے قتل کے ذمہ دار ہیں، اگر وہ بچ جاتے تو امت میں فساد پھیل جاتا۔ حج کے موقع پر حضرت عائشہ نے ان سے کہا: آپ کی بردباری کہاں گئی؟ جواب دیا: جیسے آپ میری قوم میں سے نکل گئی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں حضرت عائشہ کے سگے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر مال تجارت لے کر شام گئے تو ایک عورت لیلیٰ بنت جودی کو دیکھا جو پشم والے قالین پر باندیوں اور غلاموں کے جھرمٹ میں بیٹھی تھی۔ وہ انھیں بھا گئی اور اس کی یاد میں شعر کہہ ڈالے۔ عہد فاروقی میں جب ایک لشکر شام گیا تو حضرت عمر نے امیر لشکر سے کہا: اگر لیلیٰ بنت جودی قید میں آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے حوالے کر دی جائے۔ حسن اتفاق سے ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن اسے اپنی بیویوں پر ترجیح دینے لگے۔ انھوں نے حضرت عائشہ سے شکایت کی تو انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن کو ڈانٹا۔ انھوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ میں اس کے دانتوں سے انار کے دانے چوستا ہوں۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسے ایسی بیماری آن لگی کہ اس کا منہ لٹک گیا۔ اب حضرت عبدالرحمٰن اس سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ اس نے حضرت عائشہ سے شکایت کی تو انھوں نے کہا: عبدالرحمٰن، تو نے لیلیٰ سے محبت کی تو حد سے گزر گیا اور اب اس کی ناپسندیدگی میں بھی تجاوز کرنے لگا ہے۔ اس سے انصاف کر یا اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیج دے۔

۵۵ھ: حضرت معاویہ مدینہ گئے تو حضرت عائشہ سے ملنے گئے۔ انھوں نے کہا: آپ حسین کو یزید کی بیعت

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کرنے پر مجبور کر رہے ہیں اور انھیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا: ام المومنین، وہ مجھے محبوب ہیں، لیکن میں سب لوگوں سے یزید کے حق میں بیعت لے چکا ہوں۔ آپ چاہتی ہیں کہ میں بیعت مکمل نہ ہونے دوں؟ حضرت عائشہ نے کہا: آپ ان سے نرم برتاؤ کریں، وہ آپ کا منشا پورا کر دیں گے۔

۵۵ھ: میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے وفات پائی۔ گورنر مدینہ مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدہ عائشہ نے حکم دیا: سعد کے جنازہ کو مسجد نبوی میں سے گزارا جائے تاکہ وہ ان کی نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا: لوگ کتنی جلد باتیں بھول جاتے ہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضا (والدہ کا نام، والد: دعد) اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ فرمائی تھی؟ (مسلم، رقم ۲۲۱۲۔ ابوداؤد، رقم ۳۱۸۹)۔ چنانچہ میت ازواج مطہرات کے حجروں کے آگے رکھی گئی اور انھوں نے الگ نماز جنازہ ادا کی۔

۵۸ھ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی وفات مکہ سے چھ میل دور حبشی کے مقام پر ہوئی۔ ان کا جنازہ بالائی مکہ لایا گیا، جہاں ان کی تدفین ہوئی۔ حضرت عائشہ مکہ گئیں تو ان کی قبر پر پہنچیں اور کہا: اگر میں پاس ہوتی تو مقام مرگ سے منتقل نہ کرتی (ترمذی، رقم ۱۰۵۵)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

## حضرت عائشہ بطور زوجۂ رسول

(شادی کے وقت) حضرت عائشہ بہت دبلی تھیں، ان کی والدہ نے بہت جتن کیے کہ ذرا موٹی ہو جائیں۔ اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انھوں نے تازہ کھجور اور ککڑی کھلانا شروع کی جس سے حضرت عائشہ کا جسم بھر گیا (ابوداؤد، رقم ۳۹۰۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ کب تم غصہ کرتی ہو اور کب خوشی سے بولتی ہو، پوچھا: کیسے؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ فرمایا: جب راضی ہو تو اس طرح قسم کھاتی ہو، محمد کے رب کی قسم اور جب غصہ میں آتی ہو تو کہتی ہو، نہیں ابراہیم کے رب کی قسم۔ حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، یا رسول اللہ، تب میں آپ کا نام نہیں لیتی (بخاری، رقم ۵۲۲۸۔ مسلم، رقم ۶۳۶۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے جن کے بارے میں شریعت اسلامی نے کوئی حکم نہیں دیا۔ اہل کتاب سر کے بالوں کو (پیشانی پر) لٹکا کر رکھتے تھے، جب کہ مشرکین مانگ نکالتے تھے۔ آپ بھی ایک عرصہ تک بالوں کو لٹکاتے رہے، پھر مانگ نکالنا شروع کر دی (بخاری، رقم ۳۵۵۸۔ ابوداؤد، رقم

۴۱۸۸)۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کی مانگ نکالتی، سر کے پچھلے حصے سے شروع کرتی اور آنکھوں کے درمیان پیشانی تک لے آتی (ابوداؤد، رقم ۴۱۸۹)۔

اہل ایمان عام طور پر اپنے تحائف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس روز پیش کرتے، جب آپ سیدہ عائشہ کے ہاں ہوتے۔باقی ازواج ام سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور آپ کی خدمت میں درخواست کرنے کو کہا کہ لوگوں کو ہدایت کریں کہ آپ جہاں بھی ہوں، ہدیے دے دیا کریں۔ام سلمہ نے یہ بات عرض کی تو آپ نے جواب نہ دیا۔ اپنی ساتھی ازواج کے اصرار پر انھوں نے دوسری بار کہا تو بھی آپ خاموش رہے۔تیسری دفعہ یہی بات کہی تو فرمایا: مجھے عائشہ کے باب میں ایذا نہ پہنچاؤ، واللہ! اس کے علاوہ کسی زوجہ کے لحاف میں ہوتے ہوئے مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ام سلمہ نے اسی وقت توبہ و استغفار کی۔ازواج مطہرات نے اب سیدہ فاطمہ کو بھیجا۔انھوں نے کہا: آپ کی بیویاں بنت ابوبکر کے معاملے میں عدل چاہتی ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بچی، کیا تم وہ عمل پسند نہیں کرتی جو میں کرتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔امہات المومنین نے تیسری بار حضرت زینب بنت جحش کو بھیجا۔وہ آپ سے اونچی آواز میں بولیں تو حضرت عائشہ نے سن لیا اور ان کو برا بھلا کہا۔آپ نے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے (بخاری، رقم ۲۵۸۱۔مسلم، رقم ۶۲۹۳۔ترمذی، رقم ۳۸۷۹۔موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۵۱۲)۔

ایک انصاریہ حضرت عائشہ سے ملنے آئیں تو دیکھا کہ ایک چوغہ دہرا کر کے بستر کی جگہ رکھا ہوا ہے۔انھوں نے فوراً اون کا ایک گدا بھجوا دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو پوچھا: عائشہ، یہ کیا؟ بتایا کہ فلاں انصاریہ نے بھیجا ہے۔آپ نے فرمایا: واپس بھیج دو، لوٹا دو۔اگر میں چاہتا تو اللہ سونے اور چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ رواں کر دیتا (دلائل النبوۃ، بیہقی ۳۴۵/۱)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے جو ایک جگہ اکٹھی تھیں، آپ سے سوال کیا کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے آ ملے گی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔آپ کا مطلب تھا، جو سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی ہوگی، لیکن ازواج مطہرات نے پیمانے سے اپنے اپنے ہاتھوں کی پیمایش کر ڈالی۔حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے۔حضرت زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو انھیں آپ کا فرمان سمجھ آیا۔حضرت زینب کھلے دل سے انفاق کیا کرتی تھیں (بخاری، رقم ۱۴۲۰۔مسلم، رقم ۶۳۹۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۸۹۹)۔

حضرت زینب بنت جحش خوب صورتی میں حضرت عائشہ کی ہم مثل تھیں۔حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان

سے زیادہ متقی، راست گو اور امانت دار خاتون نہیں دیکھی۔

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: کیا آپ مجھے عائشہ کی طرف سے معذرت نہیں دلا دیتے؟ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کے سینے پر زور سے مارا تو آپ نے فرمایا: اللہ آپ پر رحم کرے، میں یہ نہیں چاہتا تھا۔

حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آنے کے بعد سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ بتایا: مسواک کرتے تھے (ابوداؤد، رقم ۵۱)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سوتی تھی۔ میرے پاؤں اس جگہ ہوتے تھے جہاں آپ کا قبلہ ہوتا، (یعنی سجدے کرنے کی جگہ ہوتی)۔ آپ سجدہ کرتے ہوئے مجھے چھوتے تو میں ٹانگیں اکٹھی کر لیتی، جب قیام کرتے تو میں انھیں پھیلا لیتی۔ تب گھروں میں چراغ نہ ہوا کرتے تھے (بخاری، رقم ۳۸۲۔ مسلم، رقم ۱۰۸۱۔ ابوداؤد، رقم ۷۱۱)۔ آپ وتر پڑھنے لگتے تو مجھے جگا دیتے اور میں بھی وتر ادا کرتی (بخاری، رقم ۵۱۲۔ مسلم، رقم ۱۰۷۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۳۶)۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخت کے درمیان میں نماز تہجد ادا کرتے تھے، میں قبلہ کی طرف آپ کے سامنے پڑی ہوتی تھی۔ رفع حاجت کی ضرورت ہوتی تو کھڑا ہو کر آپ کے سامنے آنا برا معلوم ہوتا، اس لیے میں کھسک کر اتر جاتی (بخاری، رقم ۶۲۷۶)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: آخر شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ادا کر لیتے تو میری طرف دیکھتے۔ میں جاگ رہی ہوتی تو باتیں کرتے، اگر سوئی ہوئی ہوتی تو بیدار کر دیتے۔ آپ دو مزید رکعتیں ادا کر کے لیٹ جاتے۔ مؤذن آ کر نماز فجر کی خبر دیتا تو دو ہلکی رکعتیں پڑھ کر فرض پڑھانے نکل جاتے (ابوداؤد، رقم ۱۲۶۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہمارے کمرے کا دروازہ قبلہ کی طرف تھا۔ ایک بار میں باہر سے آئی اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ چل کر آئے، دروازہ کھولا اور پھر جا نماز پر کھڑے ہو گئے (ابوداؤد، رقم ۹۲۲۔ ترمذی، رقم ۶۰۱)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں ایام سے ہوتی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے (بخاری، رقم ۲۹۷۔ ابوداؤد، رقم ۲۶۰)۔ میں حائضہ ہوتی اور آپ کے پہلو میں لیٹی ہوتی۔ آپ اس حالت میں تہجد ادا کرتے کہ میری چادر کا کچھ حصہ آپ پر اور کچھ میرے اوپر ہوتا (ابوداؤد، رقم ۳۷۰)۔ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی چادر اوڑھ کر سوتے۔ آپ کے کپڑوں پر کوئی داغ لگ جاتا تو آپ کپڑے کا اتنا

حصہ ہی دھو کر پہن لیتے (ابوداؤد، رقم ۲۱۶۶)۔ دوران ایام میں میں ہڈی چوس کر آپ کو دیتی اور آپ اسی جگہ پر دہن مبارک رکھ دیتے جہاں میں نے رکھا تھا۔ میں پانی پی کر برتن آپ کو دیتی اور آپ اسی جگہ منہ لگا لیتے جہاں سے میں نے پیا تھا (ابوداؤد، رقم ۲۵۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، آپ نے سر مبارک حضرت عائشہ کے حجرے کے اندر کیا اور انھوں نے حالت حیض ہی میں آپ کی کنگھی کی (بخاری، رقم ۲۹۶۔ ابوداؤد، رقم ۲۴۶۷۔ ترمذی، رقم ۸۰۴)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے جانماز پکڑانے کو کہا: میں نے کہا: میں حیض سے ہوں، فرمایا: حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں (ترمذی، رقم ۱۳۴)۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس نہ پایا تو سمجھی کہ وہ اپنی کسی دوسری زوجہ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ میں ڈھونڈ کر آئی تو دیکھا کہ آپ رکوع کر رہے ہیں یا سجدے میں پڑے ہیں اور ان کلمات کا ورد کر رہے ہیں: 'سبحانك و بحمدك لا إله إلا أنت' (اے اللہ، میں تیری پاکی تیری حمد کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میں کس خیال میں تھی اور آپ کس کام میں مصروف ہیں (مسلم، رقم ۱۰۲۳)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے سے نکلے تو وہ شک میں مبتلا ہو گئیں۔ آپ لوٹے تو پوچھا: کیا تمھیں رقابت محسوس ہونے لگی تھی؟ کہا: میری طرح کی نوعمر بیوی اپنے خاوند پر شک ہی تو کرے گی۔ آپ نے فرمایا: اچھا تو تمھارا شیطان آ گیا ہوگا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: تو کیا ایک شیطان میرے ساتھ لگا ہے؟ فرمایا: ہاں، پوچھا: گویا ہر انسان کا الگ شیطان ہوا؟ جواب ارشاد ہوا: ہاں۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: تو کیا آپ کا بھی شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: بالکل، لیکن میرے رب نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہو گیا (مسلم، رقم ۲۱۲۷)۔

ایک شب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ہاں استراحت فرما رہے تھے۔ یک دم آپ اٹھے، چادر اور نعلین پاس رکھ لیں۔ حضرت عائشہ کے سونے کا گمان ہوا تو چپکے سے چادر اوڑھی، جوتے پہنے اور ہولے سے دروازہ کھول کر بند کیا۔ حضرت عائشہ ابھی بیدار تھیں، انھوں نے بھی ایک چادر سر پر اوڑھی، گھونگٹ مارا، ایک چادر گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے چل پڑیں۔ آپ جنت البقیع پہنچ کر دیر تک کھڑے رہے، تین بار (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھائے، پھر واپسی کا رخ کیا۔ آپ تیز چلے تو حضرت عائشہ بھی تیز چلیں، آپ دوڑے تو وہ بھی دوڑیں۔ حضرت عائشہ نے گھر پہنچنے میں سبقت کی۔ وہ لیٹ چکی تھیں، جب آپ حجرے میں داخل ہوئے۔ حضرت عائشہ کی کیفیت دیکھ کر پوچھا: کیا بات ہے، تمھارا سانس اور پیٹ کیوں پھولا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا: کچھ نہیں، تو فرمایا: مجھے اللہ،

باریک بین وخبیر خبر کر دے گا۔تب حضرت عائشہ نے ساری بات کھول دی۔فرمایا: میں نے اپنے آگے ایک ہیولا سا دیکھا، وہ تم تھیں۔انھوں نے ہاں کہا،تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس سے ان کو درد ہوا۔پھر فرمایا:تم سمجھتی تھی کہ اللہ و رسول تمھارا حق ماریں گے؟ یعنی تمھاری باری کسی اور زوجہ کو دے دیں گے۔ مجھے جبریل علیہ السلام بلانے آئے تھے، انھوں نے تمھیں مخاطب نہیں کیا، کیونکہ تم زائد کپڑے اتار چکی تھی۔میں نے بھی تمھیں سوتا خیال کیا۔ تمھارے لیے بھی رب کا حکم ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لیے دعاے مغفرت کرو۔حضرت عائشہ نے پوچھا: میں کیا دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: کہنا:'السلام علی أهل الديار من المؤمنين و المسلمين و يرحم اللّٰه المستقدمين منا و المستأخرين و أنا إن شاء اللّٰه بكم للاحقون'،''مومنوں اور مسلمانوں سے آباد دیار خموشاں کے رہنے والو،تم پر سلامتی ہو۔اللہ ہم میں سے پہلے رخصت ہو جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم کرے۔ہم بھی جب اللہ نے چاہا،تم سے آن ملیں گے'' (مسلم، رقم ۲۲۱۶۔ترمذی، رقم ۷۳۹)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ازواج کی باری مقرر کرنے میں کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ کم ہی کوئی ایسا دن ہوتا کہ آپ تمام ازواج کے پاس نہ جاتے، لیکن قربت اسی اہلیہ کی اختیار کرتے جس کے پاس رات بسر کرنا ہوتی۔سن رسیدہ ہونے کے بعد،آپ کی مفارقت سے بچنے کے لیے سودہ نے کہا: یا رسول اللہ، میری باری عائشہ کو دے دیجیے (ابوداؤد، رقم ۲۱۳۵)۔حضرت عائشہ مزید بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب باشی اپنی ازواج میں تقسیم کرتے تھے اور اس میں عدل سے کام لیتے تھے۔آپ فرماتے تھے: اے اللہ، میری یہ تقسیم اس امر میں ہے جو میرے دائرۂ اختیار میں ہے۔محبت و میلان میں مجھے ملامت نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہے اور میرے بس سے باہر ہے (ترمذی، رقم ۱۱۴۰)۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے۔فجر کی نماز پڑھا کر آپ اپنی جاے اعتکاف (عارضی خیمے) میں تشریف لے جاتے۔(ایک سال) میں نے بھی اعتکاف کرنے کی اجازت لی اور آپ کے اذن سے ایک خیمہ میرے لیے بھی لگا دیا گیا۔حضرت حفصہ اور حضرت زینب نے سنا تو انھوں نے بھی خیمے گاڑ لیے۔فجر کے بعد آپ تشریف لائے اور چار خیمے لگے دیکھے۔(مسجد تنگ ہونے لگی تھی) فرمایا: یہ کیا؟ کیا ان کی نیت ثواب کی ہے؟ پھر آپ نے خیمے اکھاڑنے کا حکم دیا اور اس برس اعتکاف رمضان ترک کیا۔عید الفطر کے بعد شوال کا پہلا عشرہ آپ نے قضاے اعتکاف کے لیے مختص کیا (بخاری، رقم ۲۰۴۱۔مسلم، رقم ۲۷۵۵۔ابوداؤد، رقم ۲۴۶۴)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مجھ پر رمضان کے جو روزے قضا ہوئے، ان کو اگلے برس شعبان ہی میں ادا کیا کرتی تھی، کیونکہ آپ کی خدمت میں مشغول رہتی تھی (مسلم، رقم ۲۶۵۷۔ ابوداؤد، رقم ۲۳۹۹۔ترمذی، رقم ۷۸۳)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک سفر میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی اور آگے نکل گئی۔ کچھ عرصہ بعد مجھ پر فربہی آ گئی، ہم نے دوبارہ دوڑ لگائی تو آپ کو سبقت مل گئی۔فرمایا: یہ تمھاری گذشتہ جیت کا بدلہ ہے (ابوداؤد، رقم ۲۵۷۸)۔

ایک بار حضرت ابوبکر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے تو حضرت عائشہ کو بلند آواز میں بولتے سنا۔ وہ حجرے میں داخل ہوئے اور اپنی بیٹی کو یہ کہہ کر مارنے کے لیے لپکے کہ میں نے تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آواز میں بولتے کیوں دیکھا ہے؟ آپ نے انھیں روک لیا تو وہ غصے کی حالت ہی میں چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد فرمایا: دیکھا میں نے تمھیں کیسے بچا لیا؟ کچھ دن گزرے تھے کہ حضرت ابوبکر پھر آئے تو دیکھا کہ دونوں صلح صفائی سے بیٹھے ہیں۔ کہا: تم نے مجھے اب حالت صلح میں، پہلے حالت جنگ میں اپنے گھر میں داخل کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہی بات ہے، ہاں ہم نے ایسا ہی کیا ہے (ابوداؤد، رقم ۴۹۹۹)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ایک صحابی کو بلانے کا حکم دیا۔ میں نے ابوبکر، عمر اور علی کے نام لیے تو فرمایا: نہیں۔عثمان کا نام لیا تو فرمایا: ہاں۔ وہ آئے تو آپ نے مجھے پرے ہٹنے کو کہا اور ان سے سرگوشی میں کوئی ایسی بات کی کہ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر جب حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو انھوں نے اپنی خاطر قتال کرنے سے منع کر دیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تب) مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا اور میں نے اس کے مطابق صبر کرنے کا فیصلہ کیا ہے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۳۔ دلائل النبوۃ ۶/۳۹۱)

حضرت عائشہ کے ذہن میں دوزخ کا خیال آیا تو رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمھیں کیوں رونا آیا؟ کہا: مجھے نار جہنم کا خیال آیا تو رونا نکل گیا، کیا روز قیامت آپ اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ فرمایا: تین مقامات ایسے ہیں کہ کوئی کسی کو یاد نہ رکھے گا: میزان قائم ہوتے وقت، حتیٰ کہ پتا چل جائے کہ ترازو اٹھتا ہے یا برابر ہوتا ہے۔ نامۂ اعمال پکڑاتے وقت، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے، دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے، بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ پیچھے سے پکڑایا جاتا ہے اور صراط کی جگہ، جب جہنم کے اوپر کھڑا کر دیا جائے گا (ابوداؤد، رقم ۴۷۵۵)۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رو رہی ہیں۔ فرمایا: تمھیں کس بات

نے رلا دیا؟ بتایا، مجھے دجال یاد آ گیا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اگر دجال میری زندگی میں آیا تو میں تم سب کا اس سے دفاع کروں گا (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۴۶۷)۔ حضرت ام سلمہ کی روایت میں اضافہ ہے کہ اگر وہ میری زندگی کے بعد آیا تو اللہ صالحین کے ذریعے سے تمھارا بچاؤ کرے گا (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۹۰۷۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دو ماہ میں تین چاند طلوع ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں چولہا نہ جلا۔ راوی حدیث عروہ نے پوچھا: خالہ، آپ زندگی کیسے بسر کرتی تھیں؟ بتایا: کھجور اور پانی سے یا انصاری پڑوسیوں سے دودھ آ جاتا تھا (بخاری، رقم ۲۵۶۷۔ مسلم، رقم ۷۵۶۵)۔ دوسری روایت میں آگ نہ سلگنے کی مدت ایک ماہ بیان ہوئی۔ اس روایت میں قلیل مقدار میں گوشت پکنے کا ذکر بھی ہے (بخاری، رقم ۶۴۵۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۳۲)۔

حضرت عائشہ بتاتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے دن میں دو بار کھانا کھاتے تو ایک وقت کھجور ہی ہوتی (بخاری، رقم ۶۴۵۵)۔ آپ کا ارشاد ہے: جس گھر میں کھجور ہو، اس کے مکین بھوکے نہیں رہتے (مسلم، رقم ۵۳۸۶)۔ یہ بھی فرمایا: جس گھر میں کھجور نہ ہو، اس میں رہنے والے بھوکے رہتے ہیں (ابوداؤد، رقم ۳۸۳۱۔ ترمذی، رقم ۱۸۱۵)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: آل محمد نے جب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور آپ کی وفات ہوئی، گندم کی روٹی لگاتار تین دن بھی نہیں کھائی (بخاری، رقم ۵۴۱۶)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میرے گھر کے طاق میں پڑی جو کی ایک تھیلی کے علاوہ کھانے کی کوئی شے نہ تھی۔ میں کئی دن یہ جو کھاتی رہی، (از راہ تجسس) میں نے اس کی مقدار جانچنے کی کوشش کی تو وہ جلد ختم ہو گیا (بخاری، رقم ۳۰۹۷۔ ترمذی، رقم ۲۴۶۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے ایک سینگوں والا مینڈھا منگوایا جو چلنے، بیٹھنے اور دیکھنے میں سیاہ نظر آتا تھا، یعنی اس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھوں کے گرد والا حصہ سیاہ تھے۔ ارشاد کیا: عائشہ، چھری لاؤ۔ پھر فرمایا: اسے پتھر سے رگڑو۔ حضرت عائشہ نے چھری تیز کر کے آپ کو دی تو آپ نے مینڈھے کو پہلو کے بل لٹایا اور 'باسم اللّٰہ، اللّٰھم تقبل من محمد و آل محمد و من أمة محمد' (اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ، محمد کی طرف سے، ان کی آل اور امت کی طرف سے قبول کر لے) پڑھتے ہوئے ذبح فرما دیا (مسلم، رقم ۵۱۳۲۔ ابوداؤد، رقم ۲۷۹۲)۔

عابس بن ربیعہ نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانی کا

گوشت تین دن سے زیادہ کھایا جائے؟ انھوں نے جواب دیا: آپ نے ایسا حکم ارشاد کیا، جب لوگ قحط کا شکار تھے اور دیہات کے فاقہ کش عید الاضحی منانے مدینہ چلے آئے تھے۔ آپ نے تین دن کی پابندی لگائی تا کہ مدینہ کے لوگ زائد گوشت ان غریبوں کو کھلا دیں۔ ہمارا حال تو یہ تھا کہ قربانی کے پائے سنبھال کر رکھتے اور کہیں پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ پوچھا گیا: ایسی کیا مجبوری ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ ہنسیں اور کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی برابر تین دن تک گیہوں کی روٹی اور سالن پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ اسی حالت میں آپ کی وفات ہوئی (بخاری، رقم ۵۴۲۳)۔ حضرت عائشہ کی دوسری روایت اس طرح ہے: جب اگلا برس آیا، آپ سے درخواست کی گئی: یارسول اللہ، لوگ قربانی کیے ہوئے جانوروں سے بہت فائدہ اٹھایا کرتے تھے، ان کی چربی اکٹھی کرتے اور ان کی کھالوں کی مشکیں بنا لیتے تھے۔ فرمایا: میں نے تو مدینہ میں آنے والے خانہ بدوشوں (اور خشک سالی) کی خاطر منع کیا تھا۔ اب گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو (بخاری، رقم ۵۵۶۹۔ مسلم، رقم ۵۱۴۴۔ ابوداؤد، رقم ۲۸۱۲)۔

حضرت نسیبہ (ام عطیہ) انصاریہ کے پاس صدقے کی ایک بکری آئی تو انھوں نے حضرت عائشہ کو بھیج دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو کھانے کا پوچھا۔ حضرت عائشہ نے بتایا: خیرات کی اسی بکری کا گوشت ہے جو نسیبہ نے بھیجا۔ آپ نے فرمایا: لاؤ! اب اس کا کھانا درست ہو گیا ہے، (یعنی ہمارے لیے وہ صدقہ نہیں رہا، ہدیہ بن گیا ہے۔ بخاری، رقم ۱۴۴۶۔ مسلم، رقم ۲۴۵۷)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہم سایہ ایرانی تھا جو شوربا بہت اچھا بناتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے شوربا تیار کیا اور آپ کو کھانے کی دعوت دینے آیا۔ آپ نے پوچھا: کیا عائشہ کے لیے بھی ہے؟ کہا: نہیں، فرمایا: تو میں نہیں آتا۔ دوسری بار بھی یہی مکالمہ ہوا۔ تیسری بار وہ دعوت طعام دینے آیا تو آپ کے استفسار پر بولا: ہاں، عائشہ کو بھی دعوت ہے۔ تب آپ جانے کے لیے لپکے (مسلم، رقم ۵۳۶۲)۔ حضرت عائشہ بھی اس شوربے میں رغبت رکھتی تھیں۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: ممکن ہے کہ ایرانی نے اکیلے آپ کے کھانے کا اہتمام کیا ہو، اس لیے وہ حضرت عائشہ کو بلانے میں متامل ہوا، تاہم شبیر احمد عثمانی کا خیال ہے کہ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے بارے میں سوء ظن کا شکار ہو، اسی لیے آپ نے ان کی شمولیت پر اصرار کیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے اور اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو توبہ کی اور پوچھا: مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا؟ سوال فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: یہ میں نے خریدا ہے تا کہ آپ

اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپ نے فرمایا: روز قیامت تصاویر رکھنے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان ڈالو۔ جس گھر میں تصویریں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (بخاری، رقم ۲۱۰۵۔ مسلم، رقم ۵۵۸۴)۔ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ حضرت عائشہ ہی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں نے آپ کی غیر موجودگی میں اپنے حجرے کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ آپ واپس لوٹے تو میں نے سلام کیا اور کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے آپ کو عزت واکرام سے نوازا۔ آپ نے پردے کو دیکھا اور سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ پھر اسے اتار پھینکا اور فرمایا: اللہ نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ اس کے دیے ہوئے رزق سے پتھروں اور اینٹوں کو جامہ پہنائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے پردے کو پھاڑ کر اس کے دو گدے (یا تکیے) بنا ڈالے جو گھر میں پڑے رہے اور آپ ان پر بیٹھا کرتے (بخاری، رقم ۹ ۲۴۷۔ مسلم، رقم ۵۵۷۱۔ ابوداؤد، رقم ۴۱۵۳)۔ دونوں احادیث کو ملا کر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تصاویر مقام اہانت میں ہوں تو شریعت ان سے تعرض نہیں کرتی۔ عینی کہتے ہیں کہ غالب امکان ہے کہ گدے بناتے ہوئے وہ تصویریں کٹ پھٹ گئی ہوں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عائشہ نے گھر کے ایک طرف ایک پردہ لٹکا رکھا تھا (جس پر تصاویر نقش تھیں)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ہٹا دو، اس پردے کی مورتیں مجھے دنیا یاد دلاتی ہیں اور نماز کی یکسوئی میں خلل ڈالتی ہیں (بخاری، رقم ۵۹۵۹۔ مسلم، رقم ۵۵۷۲۔ ترمذی، رقم ۲۴۶۸)۔ حضرت عائشہ ہی کی دوسری روایت کے مطابق آپ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش ونگار تھے، فرمایا: یہ نقش ونگار میرا دھیان بٹاتے ہیں۔ ابوجہم عامر بن حذیفہ کی تحفہ کی ہوئی یہ چادر واپس دے آؤ اور مجھے ان کا انجان (شام کا ایک مقام، دوسرا نام: منبج) کا بنا ہوا سادہ کمبل لا دو (مسلم، رقم ۱۱۷۵۔ ابوداؤد، رقم ۹۱۴)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا نماز میں کیا دھیان ہوگا، اس کے باوجود آپ نے منقوش ومصور اشیا کا پاس سے ہٹانا ضروری خیال فرمایا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لیے ایک وقت متعین کیا۔ معینہ وقت ہوگیا، لیکن جبریل علیہ السلام نہ آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، اسے پھینکا اور فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ (آپ نے ان کے نہ آنے کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی تو) پتا چلا کہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا پلا ہے۔ حضرت عائشہ سے پوچھا: یہ کتا یہاں کب گھس آیا؟ بتایا: واللہ! مجھے علم نہیں۔ آپ کے حکم پر اسے نکال دیا گیا تو جبریل آئے اور کہا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جہاں کتا یا مورت ہو (مسلم، رقم ۵۵۶۲)۔ایسی ہی روایت ام المومنین حضرت میمونہ سے بھی مروی ہے (مسلم، رقم ۵۵۶۴)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں دیکھ کر پوچھا: عائشہ، یہ کیا؟ کہا: یا رسول اللہ، یہ میں نے آپ کے سامنے زیب وزینت اختیار کرنے کے لیے بنوائی ہیں۔کیا تم نے ان کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے؟ سوال فرمایا، جواب ملا: نہیں۔فرمایا: یہ جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہیں (ابوداؤد، رقم ۱۵۶۵)۔

دختر رسول حضرت فاطمہ کے ہاتھ چکی پیستے پیستے پھٹ گئے تھے۔انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ جنگی قیدی آئے ہیں تو آپ سے ایک خادم کا تقاضا کیا۔آپ نے ان کی بات نہ مانی تو حضرت عائشہ نے ان کی سفارش کی۔آپ رات کے وقت ان کے پاس تشریف لائے تو یہ بستر میں پڑی تھیں۔فرمایا: ''جب سونے کے لیے بستر میں داخل ہو تو چونتیس دفعہ 'اللّٰہ أکبر' تینتیس بار 'الحمد للّٰہ' اور تینتیس دفعہ 'سبحان اللّٰہ' کہہ لو۔یہ تمھارے مطالبے سے بہتر ہے'' (بخاری، رقم ۳۱۱۳۔مسلم، رقم ۷۰۱۵۔ابوداؤد، رقم ۵۰۶۲)۔ابن سیرین کی روایت کے مطابق 'اللّٰہ أکبر' اور 'الحمد للّٰہ' تینتیس تینتیس بار اور 'سبحان اللّٰہ' چونتیس بار کہنا چاہیے (بخاری، رقم ۶۳۱۸)۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو بڑے مسرور تھے، آپ کا چہرہ دمک رہا تھا۔فرمایا: تم نے سنا نہیں! قیافہ شناس مجزز مدلجی نے زید اور اسامہ کے بارے میں کیا کہا؟ اس نے ان کے پاؤں دیکھے اور کہا: یہ دونوں پاؤں ایک دوسرے سے گہرا (نسبی) تعلق رکھتے ہیں (بخاری، رقم ۶۷۷۰۔مسلم، رقم ۳۶۰۸۔ابوداؤد، رقم ۲۲۶۷۔ترمذی، رقم ۲۱۲۹)۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچھو، نظر بد اور پھپھولوں (چھاتی پر نکلنے والے آبلے یا erruptions جیسے herpes zoster) سے جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت عطا فرمائی (ترمذی، رقم ۲۰۵۶) توربشتی کہتے ہیں کہ یہ اجازت ممانعت کے بعد دی گئی، جب اہل اسلام نے جھاڑ پھونک کے لیے استعمال ہونے والے جاہلانہ اور مشرکانہ کلمات ترک کر دیے۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نظر بد کا دم کرنے کا حکم ارشاد کرتے تھے (بخاری، رقم ۵۷۳۸۔مسلم، رقم ۵۷۷۳۔ابن ماجہ، رقم ۵۵۵۷)۔حضرت عائشہ ہی کی دوسری روایت سے دم کرنے کا طریقہ پتا چلتا ہے کہ جس کی نظر لگے، اسے وضو کرنے کو کہا جاتا ہے، پھر بقیہ پانی

سے نظر سے متاثرہ شخص کو نہانے کو کہا جاتا ہے اور اس کے لیے دعا کی جاتی ہے (ابوداؤد، رقم ۳۸۸۰)۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا امین احسن اصلاحی کہتے ہیں کہ اس روایت میں بیان کردہ عمل مستند ہے، لیکن ابن شہاب زہری نے اس پر جن ٹوٹکوں کا اضافہ کیا ہے، وہ یقیناً اوہام اور جبت ہیں۔

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو حضرت عائشہ کے گھر لے گئے۔ حضرت طخفہ بن قیس غفاری ان میں شامل تھے۔ فرمایا: عائشہ، ہمیں کھانا کھلاؤ۔ حضرت عائشہ نے گندم، گوشت اور کھجوروں سے بنا ہوا دلیا (حشیشة، تھولی) پیش کیا۔ اسے کھانے کے بعد آپ نے مزید طلب فرمایا تو وہ چکھنے کے لیے کھجور، ستو اور گھی سے بنایا ہوا حلوہ (حیسة) لے کر آئیں۔ اب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کچھ پلا بھی دو۔ حضرت عائشہ نے دودھ کا بڑا، پھر چھوٹا پیالہ بھیجا۔ طعام سے فارغ ہونے کے بعد اصحاب صفہ مسجد نبوی میں جا کر لیٹ گئے۔ حضرت طخفہ چھاتی میں درد کی وجہ سے پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے کہ آپ نے انھیں ٹھوکا دے کر فرمایا: اس طرح لیٹنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے (ابوداؤد، رقم ۵۰۴۰)۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم ازواج سے فرمایا: میں اپنے بعد تمھاری بہت فکر رکھتا ہوں۔ تمھارا حق اہل صبر ہی ادا کر سکیں گے۔ پھر ارشاد کیا: ''میرے بعد یہ سچا اور نیک انسان، عبدالرحمٰن تمھارے ساتھ شفقت سے پیش آئے گا۔ اے اللہ! عبدالرحمٰن کو جنت کے چشمۂ سلسبیل سے سیراب کر'' (ترمذی، رقم ۳۷۴۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۵۳۵۷)۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم سن حضرت اسامہ کی ناک کی رینٹ صاف کرنے لگے تو حضرت عائشہ نے کہا: آپ رہنے دیں، میں پونچھ دیتی ہوں۔ فرمایا: عائشہ، اسامہ سے محبت کرو کیونکہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں (ترمذی، رقم ۳۸۱۸)۔

مطالعۂ مزید: السیرة النبویة (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح المختصر (بخاری، شرکة دارالارقم) المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم، شرکة دارالارقم)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب (ابن عبدالبر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابة فی معرفة الصحابة (ابن اثیر)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، البدایة والنہایة (ابن کثیر)، الاصابة فی تمییز الصحابة (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ، امین اللہ وثیر)۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

# اصلاح و دعوت

محمد تہامی بشر علوی

## ذوق تجسس

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیے کائنات کی ہر چیز انوکھی ہی ہوتی ہے۔ وہ حیرت میں گھرا رہتا ہے کہ یہ کیسے جہاں اور کس بستی میں پہنچ گیا ہوں میں؟ اس کے بعد جب وہ گفتگو کرنا شروع کرتا ہے تو وہ اپنی حیرت کا اظہار مختلف طریقوں سے کر رہا ہوتا ہے۔ وہ جس چیز کو دیکھتا ہے، اس کے بارے میں پوچھنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اسے چھونا چاہتا ہے، وہ ٹٹول کر جائزہ لے رہا ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہ سب کائنات بڑی عجیب وغریب سی ہوتی ہے۔ کوئی پرندہ اڑتا ہوا دیکھے گا تو پوچھے گا: یہ کیا چیز ہے؟ یا گاڑی باہر سے گزر جائے اور ہارن بج جائے تو وہ تعجب میں ڈوب جاتا ہے۔ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کیا ہے اور کیسے ہو رہا ہے؟ باہر نکلے گا تو چاند کو دیکھ کر پوچھے گا کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہ ہر ہر چیز کے بارے میں ایک تجسس لیے ہوئے ہوگا۔ اس کی فطرت میں چیزوں کے جاننے کی تمنا انگڑائی لے رہی ہوگی۔ نظر آنے والی چیزوں سے بے خبری اسے بے چین کرے گی۔ اس کا چین تب بحال ہوگا، جب اسے اس نامعلوم کی معلومات حاصل ہو جائے۔ آپ موبائل چھوٹے بچے کے سامنے رکھ دیں اور اس کے تجسس کا بغور مشاہدہ کریں۔ آپ ملاحظہ کرتے جائیں کہ وہ کیسے اس موبائل میں گھسے گا، کس طرح الٹ پلٹ کر اس کو جاننا چاہے گا، کس طرح اس کو ٹٹول ٹٹول کر وہ اس کو سمجھنا چاہے گا۔ کہیں کوئی پرندہ بول جائے تو اس کے اندر حیرت کا سمندر موجزن ہو جائے گا۔ وہ جاننا چاہے گا اور پوچھے گا کہ یہ حیرت ناک آواز کیا ہے؟ وہ چھپکلی کو دیکھے گا تو بڑا

حیران ہو گا۔

انسان کی فطرت میں تجسس اور جاننے کی بے چینی کوٹ کوٹ دی گئی ہے۔کم لوگ ہیں جو اپنی اسی فطرت کی نگہبانی کر پاتے ہیں۔ چند لوگ اس فطری تجسس کو عمر بھر برقرار رکھتے ہیں اور جانتے جانتے بہت کچھ جان لیتے ہیں۔لوگوں کی اکثریت سرسری سا جان کر اپنے تجسس کو دبا لیتے ہیں۔ وہ گردوپیش سے مانوس ہو کر اپنا تجسس ختم کر لیتے ہیں۔اس تجسس کا خاتمہ اکثر اوقات بڑوں کے رویے کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔ بچہ جاننے کے لیے جب پوچھتا ہے تو یہ اس کے سوال کو سنجیدگی سے نہیں لیتے، یہ اسے بے توجہی سے ٹالنا چاہتے ہیں، تنگ آ کر ڈانٹ پلا دیتے ہیں۔ یہ رویہ بچے کو کنفیوز کر دیتا ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے کہ اتنی حیرت ناک چیزوں کے بارے میں جاننے کے لیے اس کی مدد کیوں نہیں کی جا رہی؟ کیوں سوال پر اسے ڈانٹا جا رہا ہے؟ کیا اپنی جہالت دور کرنا جرم ہے کیا؟ اس طرح کش مکش سے دوچار بچے بالآخر اپنے تجسس اور جاننے کی خصلت کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح ان کے جاننے کا عمل جلد رک جاتا ہے۔ وہ عمر بھر بہت تھوڑا سا جان پاتے ہیں۔ وہ ساٹھ سال میں اتنا جان پائیں گے، جتنا کہ دس سال میں بھی بہ آسانی جانا جا سکتا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بچپنے میں یہ جاننے کا عمل چیزوں کو چھونے، ٹٹولنے اور چھیڑنے کی صورت میں بھی ظہور کرتا ہے۔ ایسے میں چیزیں خراب بھی ہو جاتی اور کئی بار ٹوٹ بھی جاتی ہیں۔ بڑوں کی نظر نقصان پر جاتی ہے، جس کا انتقام وہ مار کر بھی لے لیتے ہیں۔اس طرح بچے مسلسل اپنے تجسس کی سزا کاٹ رہے ہوتے ہیں۔اس کش مکش سے گزر کر کم لوگ رہتے ہیں جو اپنے تجسس کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ان کی جاننے کی خصلت انھیں جانتے رہنے پر مجبور رکھتی ہے۔ وہی بچہ جو درخت کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گیا تھا، اس کے لیے تنا، پتے اور پھول بہت حیران کن سا تھا، وہ اس کے حوالے سے سوال کرنا اور جاننا چاہتا تھا، اب جب بڑا ہو جاتا ہے تو اس کے لیے درخت میں کوئی حیرت باقی نہیں رہتی۔کوئی آپ سے ابھی کہے کہ آئیں باہر آپ کو ایک بڑی عجیب سی چیز دکھاتے ہیں۔ آپ حیرت سے گھر سے باہر نکلیں اور باہر جا کر وہ کہے کہ یہ دیکھیں یہ بیاڑ کا درخت ہے، یہ کتنا عجیب ہے؟ آپ کہیں گے: واہ، عجیب ڈراما کر رہے ہو میرے ساتھ، فضول قسم کے آدمی ہو، کیا بیاڑ بھی کوئی عجیب چیز ہے؟ آپ برا منا کر غصہ جھاڑ کر واپس آ جائیں گے۔ ایسے میں قرآن مجید ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ آپ بڑے ہونے کے بعد بھی ان چیزوں کو معمول کی معمولی چیزیں نہ سمجھیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ بس یہ درخت ہے تو بس ٹھیک ہے، درخت ہی ہے۔ یا یہ آسمان ہے تو بس ہے۔قرآن اسی تجسس کو بحال کروانا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ شعور کی عمر میں یہ تجسس کام میں لا کر آپ بڑے نتائج اخذ کریں۔اس

تجسس کا خاتمہ درحقیقت معرفت کا خاتمہ ہوگا:

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی
(اقبال)

قرآن توجہ دلاتا ہے کہ عقل کی عمر کو پہنچ کر خود پر اور کائنات پر وہی تجسس اور تدبر کی نگاہ ڈالیے۔ اپنے اندر اس متجسس شخصیت کو پھر بیدار کیجیے۔ درخت یہ نہیں ہے کہ بس یوں ہی ایک درخت ہے، یہ تو حیوانی نگاہ ہوئی۔ تدبر کی نگاہ یہ ہے کہ درخت دیکھ کر آپ کو اس درخت کے یوں ہونے تک کے مراحل بھی آپ کی نظر میں آ جائیں۔ آپ غور کرنے لگیں کہ اک ننھا سا بیج کہاں سے آیا اور پھر وہ بیج اس تناور درخت میں کیوں کر ڈھل گیا؟ سر پر تنی آسمان کی چادر کیسے تن گئی؟ یہ بے قیمت پانی سے یہ غیر معمولی انسان کیسے بن گیا؟ بھئی! یہ بول کیسے لیتا ہے؟ اس میں یہ سوچنے کی خصلت کہاں سے آئی؟ اس کی آنکھوں میں دیکھ سکنے کی تاب کہاں سے آئی؟

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گل سے کلام پیدا کر
(اقبال)

قرآن بتاتا ہے کہ یہ تدبر کی نگاہ، تمھارے اور اس کائنات کے پیچھے موجود خدا کو تمھارے سامنے لے آئے گی۔

قرآن، انفس و آفاق میں پنہاں و عیاں مظاہر و جواہر کے لیے ''آیات'' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ آیت نشانی کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو پروردگار کے سمجھنے کی نشانی بن جائے۔ انسان اور یہ کائنات خدا کی کھلی نشانیاں ہیں۔ انسان کا فطری تجسس اپنے وجود میں اور کائنات میں پھیلی بے شمار آیات کو خدا کی معرفت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی آیات میں جا بجا انفس و آفاق میں پھیلی ان آیات پر تدبر کی تلقین کی گئی ہے[1]۔

قرآن مجید متوجہ کرتا ہے کہ اس بامعنی کائنات میں اندھے بن کر نہ جیو، اپنی نظر میں بینائی پیدا کر کے دیکھو۔ یہ نظر

---

[1] مثلاً: 'هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا. اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًاۢ بَصِیۡرًا' (الدہر ۷۶: ۱-۲)۔ 'قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَکۡفَرَهٗ. مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ. مِنۡ نُّطۡفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ. ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ. ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ. ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ. کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ. فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ. اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا' (عبس ۸۰: ۱۷-۲۵)۔

آنے والی بے قیمت سی مکھی پر غور تو کرو، اس میں صرف ہونے والی کاریگری تم خدا کے سوا سب کو جمع کر کے بھی نہیں دکھا سکتے[2]۔ تو کیا سمجھ رکھا ہے کہ مکھی پیدا کرنا کوئی معمولی سی بات ہے؟

پھر توجہ دلائی کہ دودھ پیتے وقت دھیان تو کرو، یہ خوش ذائقہ اور شفاف دودھ کیسے بن گیا؟ بھینس تمھارے سامنے چارا کھاتی ہے، اس کے وجود میں خون و گوبر پہلے سے موجود ہوتا ہے، اس سب سے اس قدر شفاف و شان دار دودھ نکالنے والی ذات سوچو تو سہی وہ کیا ذات ہے[3]؟

یہ کائنات، یہ انسان، یہ چرند و پرند، سب خدا کی نشانیاں ہیں۔ جو ان نشانیوں پر اس انداز سے تدبر کرتا ہے، اسے خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ جس شخص کو درخت کے پیچھے خدا کی قدرت نظر نہ آئے، وہ سمجھ لے کہ اسے محض ایک حیوانی آنکھ ہی میسر ہے، جو محض دیکھ سکتی ہے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتی۔ لازم ہے کہ انسان اپنی آنکھ کے مشاہدات پر تدبر کر کے خدا کی معرفت حاصل کرے۔ اس کا ہر مشاہدہ خدائی معرفت کا اگلا سفر ثابت ہو۔ عمر بھر ایسے ربانی مشاہدات ہر روز خدا کی ایک نئی شان انسان کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ غالب نے کہا تھا:

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

---

۲؎ الحج ۲۲: ۷۳۔ ’یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِاجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ‘۔

۳؎ النحل ۱۶: ۶۶۔ ’وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ‘۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

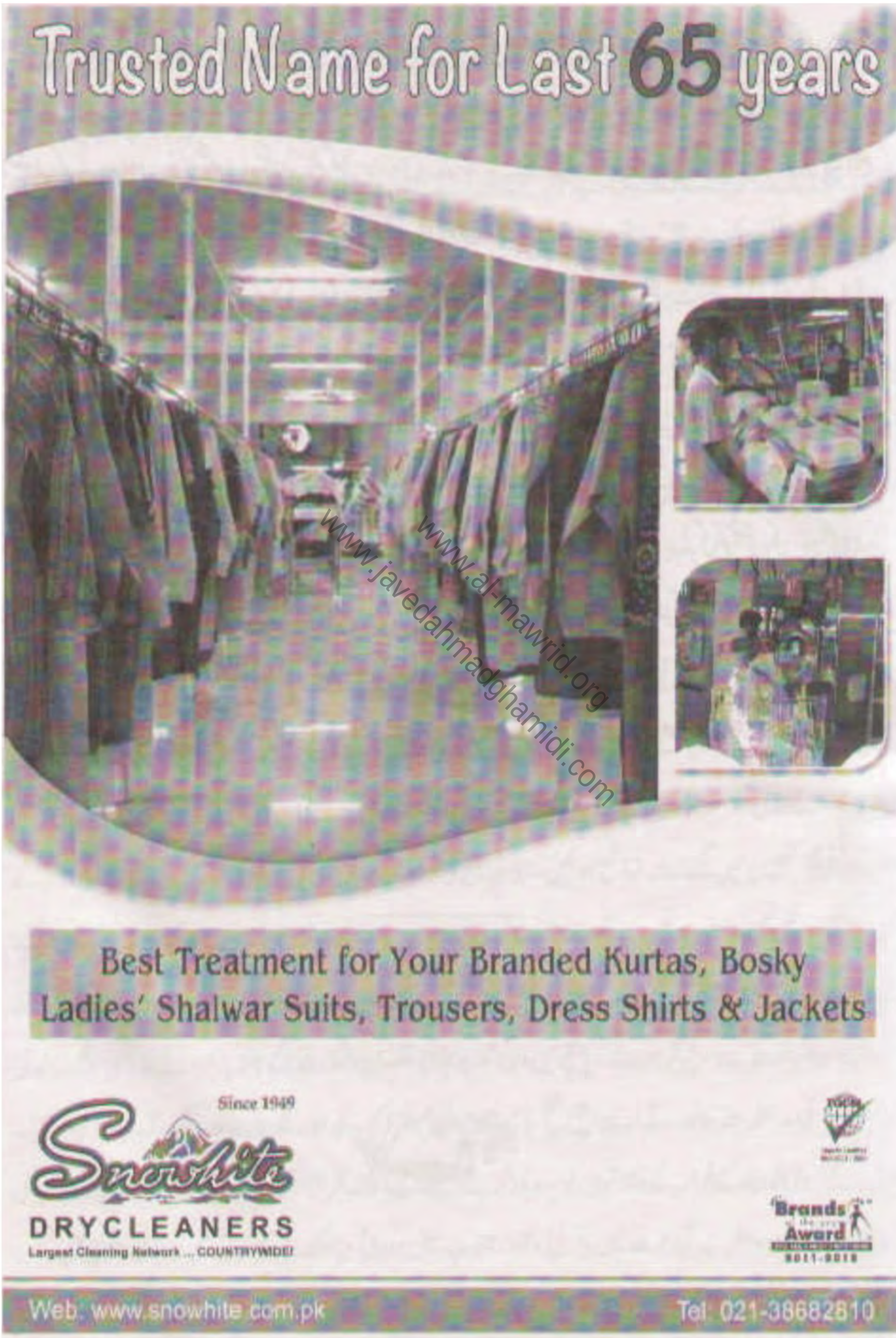


www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

Monthly
ISHRAQ
Lahore

Jul 2018
Vol.30 No.7
Regd. No. CPL- 183

Publisher : javed Ahmad Ghamidi printers : Qaumi Press, 50 Lower Mall Lahore